آدابِ محبت

تحریر و ترتیب

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بزمِ عشاق

جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ

[illegible] 0300 ?6? 17 55

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت کے ساتھ درود پاک

الصلوۃ والسلام علیک یاسیدی یا رسول اللہ

وعلی الک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

ادبو النفس ایہا الاصحاب

طرق العشق کلہا آداب

''اے دوستو! اپنے آپ کو آداب سکھاؤ' عشق کے تمام راستے آداب ہی ہیں''۔اور

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:۔

ادب کی ضو سے روشن زندگی ہے

ادب گل ہے تو گلشن زندگی ہے

ادب پھول ہے تو دامن زندگی ہے

ہے ایسا ساتھ ان دونوں کا گویا

ادب دل ہے تو دھڑکن زندگی ہے

بعض لوگ آداب کو اچھا تو سمجھتے ہیں لیکن اہم نہیں سمجھتے۔ یہ بھی بڑی نادانی ہے۔محبوب کبریاءﷺ کا فرمان ہے۔ادبنی ربی فاحسن تادیبی ''مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہترین ادب سکھایا''۔ پس ہر مومن کو چاہئے کہ آداب زندگی سے اپنے اعمال کو زینت بخشے۔یاد رکھیں کہ جو عمل بھی آداب سے خالی ہوگا وہ درحقیقت حسن و جمال سے خالی ہوگا لہذا بارگاہ الٰہی میں ناپسندیدہ ہوگا۔حدیث قدسی میں آیا ہے۔اللہ جمیل و یحب الجمال ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے''۔قرآن مجید میں موت وحیات کی تخلیق کی غرض یوں بیان کی گئی ہے کہ خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا ''موت وحیات کو پیدا کیا تا کہ آزمایا جائے کہ تم میں سے کون اعمال کے لحاظ سے حسین تر ہے''۔معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال کی کثرت کی بہ نسبت اعمال کا حسن زیادہ محبوب ہے۔ پس مومن کو چاہئے کہ ہر عمل میں آداب کی رعایت ملحوظ رکھے۔رحمت دوجہاں ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ الدین کلہ ادب ''دین سراسر ادب ہی ہے''۔یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس کو ادب کی توفیق نصیب ہوئی اسے سعادت ملی اور جو ادب سے محروم ہوا اسے شقاوت ملی۔گویا باادب بانصیب بے ادب

بے نصیب۔ علمائے امت نے اہمیت ادب کے عنوان پر اس قدر خوبصورت باتیں کہی ہیں کہ ان میں سے بعض تو ضرب الامثال کا درجہ پا چکی ہیں۔ مثلاً لیس الفخر بالمال. انما الفخر بالعلم و الادب ''مال سے فضیلت نہیں ہوتی بلکہ فضیلت تو علم وادب سے ہوتی ہے''۔ الادب جنته للناس ''ادب انسانوں کے لئے ڈھال ہے''۔ لا میراث کالادب ''ادب جیسی کوئی میراث نہیں ہے''۔

ادب اکابرین کی نظر میں

ادب کی اہمیت سے متعلق اکابرین امت کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں:۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''پہلے ادب سیکھو پھر علم سیکھو''۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''ہر شے کی قیمت ہے انسان کی قیمت اس کا علم وادب ہے''۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''میرے پاس اگر ایسے شخص کا ذکر آئے جسے اولین وآخرین کا علم ہو مگر وہ آداب نفس سے کورا ہو تو مجھے اس کی ملاقات میسر نہ ہونے پر کبھی افسوس نہیں ہوگا اور جب کبھی سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص آداب نفس کا حامل ہے تو اس کی ملاقات نصیب نہ ہونے پر افسوس ہوتا ہے''۔

☆ حضرت مخلد بن حسین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''ہم کثرت حدیث کی بہ نسبت ادب کے زیادہ محتاج ہیں''۔

☆ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''اسلام کے پانچ قلعے ہیں۔ یقین، اخلاص، ادائے فرائض، تکمیل سنن اور پانچواں حفظ آداب۔ جب تک آدمی آداب کی حفاظت ونگرانی کرتا رہتا ہے شیطان اس سے مایوس رہتا ہے اور جب یہ آداب چھوڑنے لگتا ہے تو شیطان سنتیں چھڑوانے کی فکر میں لگ جاتا ہے حتی کہ پھر فرائض اخلاص اور یقین تک نوبت پہنچتی ہے''۔

☆ حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی الترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''جسے شریعت اور آداب بندگی کا علم نہ ہو وہ ہرگز علم حق سے بہرہ مند نہیں ہوتا''۔

☆ حضرت ابوعبداللہ بلخی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''آداب نفس کا حاصل کرنا علم کے حصول سے زیادہ اہم ہے''۔

☆ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''بے ادب خالق ومخلوق دونوں کا معتوب و مغضوب ہوتا ہے''۔

☆ حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ ''تارک ادب اخلاق محمدی سے بہت دور ہوتا ہے''۔

☆ حضرت رویم رحمتہ اللہ علیہ نے ابوعبداللہ بن خفیف رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا۔ یابنی اجعل عملك ملحا و ادبك دقیقا. ای استکثر من الادب حتی تکون نسبة فی الکثرة نسبة

الدقیق الی الملح ''اے بیٹے اپنے عمل کو نمک بنا اور ادب کو آٹا بنا' یعنی ادب میں اضافہ کرحتی کہ کثرت میں عمل و ادب کی نسبت نمک اور آٹے جیسی ہو جائے''۔

ادب شعراء کی نظر میں

اہمیت ادب کے عنوان پر دنیا کی مختلف زبانوں میں شعار کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ یہاں پر مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر عربی فارسی اور اردو زبان کا ایک ایک شعر درج کیا جاتا ہے:۔

ادبوا النفس ایها الاصحاب - طرق العشق کلها آداب

''اے دوستو! اپنے آپ کو ادب سکھاؤ' اس لئے کہ عشق کے سب طریقے ادب ہی ادب ہیں''۔

از خدا خواہیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از لطف رب

''ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں اس لئے کہ بے ادب اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے محروم رہتا ہے''۔

خاموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

بارگاہ محبوب کریم ﷺ کا ادب

حدیث قدسی ہے۔لولاك لما خلقت الافلاك ''اے محبوب (ﷺ)! اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا''۔ یعنی اگر رحمت دو جہاں محبوب کبریاء ﷺ نے دنیا میں جلوہ افروز نہ ہونا ہوتا تو یہ جن و بشر' شمس و قمر' بحر و بر' پھولوں کی مہک' چڑیوں کی چہک' سبزے کی لہک' ساہ و سمک' رفعت و پستی' خوشحالی و بدبختی' زمین کی نرمی' سورج کی گرمی' دریا کی روانی' کواکب آسمانی' خزاں و بہار' بیابان و مرغزار' نباتات و جمادات' جواہر و معدنیات' جنگل کے درندے' ہوا کے پرندے' غرض کائنات کی کسی چیز کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔

گر ارض و سماء کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

فخر موجودات رحمت کائنات سید الاولین' محبوب رب العالمین ﷺ وہ ذات ستودہ صفات ہیں کہ:۔

- ☆ جن کی خاطر کائنات ہست و بود کو وجود ملا۔
- ☆ جن کی برکت سے انسانیت کو شعور ملا۔
- ☆ جن کے گلے میں لولاک کا ہار پہنایا گیا۔
- ☆ جن کو رفعنا لك ذكرك کا تاج پہنایا گیا۔

☆ جن کے اسم گرامی سے جنتی درختوں کے ہر ورق کو زینت ملی۔
☆ جن کے نام کی برکت سے سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
☆ جن کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سیادت کا تمغہ ملا۔
☆ جن کا کلمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر کندہ تھا۔
☆ جن کے حسن و جمال کا پرتو حضرت یوسف علیہ السلام کو ملا۔
☆ جن کے صبر کا نمونہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ملا۔
☆ جن کے قرب کا ایک لمحہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مکالمات کی صورت میں ملا۔
☆ جن کے مرتبے کا ایک حصہ حضرت ہارون علیہ السلام کو وزارت کی صورت میں ملا۔
☆ جن کی نعت کا ایک مصرع حضرت داؤد علیہ السلام کا نغمہ بنا۔
☆ جن کی عفت کا شمہ عصمت یحییٰ علیہ السلام کا جلوہ بنا۔
☆ جن کے دفتر حکمت کی ایک سطر حضرت لقمان علیہ السلام کو نصیب ہوئی۔
☆ جن کی رفعت و بلندی کی ایک جھلک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصیب ہوئی۔
☆ جن کا وجود مسعود دعائے خلیل اور نوید مسیحا علیہم السلام بنا۔
☆ جن کی ولادت باسعادت سے فارس کے آتش کدے بجھے۔
☆ جن کی زبان فیض ترجمان سے گہوارے میں اللہ اکبر کے الفاظ صادر ہوئے۔
☆ جن کو بعثت سے قبل ہی صادق و امین کا لقب ملا۔
☆ جن کی انگشت مبارک کے اشارے سے چاند دولخت ہوا۔
☆ جن کی رسالت کی گواہی جمادات نے بھی دی۔
☆ جن کے حصے میں معراج کی عظمت آئی۔
☆ جن کے در اقدس کے خاک نشیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنے۔
☆ جن کے خرمن ایمان کے ریزہ چین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بنے۔
☆ جن کے حیاء کی کرن سے عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین بنے۔
☆ جن کے بحر علم کے چھینٹوں سے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باب العلم بنے۔
☆ جن کے شہر کو رب کائنات نے بلد امین کہا۔
☆ جن پر نازل ہونے والی کتاب کو کتاب مبین کہا۔
☆ جن پر رب کریم اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔
☆ جن کی امت کو خیر الامم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اس خاصہ خاصان رسل ﷺ کے آداب بجالانے کی تاکید کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ انا

ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه ''بیشک ہم نے آپ کو (اے محبوب ﷺ) گواہی دینے والا' خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا (تا کہ اے مسلمانو) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو''۔

قرآن مجید سے چند مثالیں

☆ ادب محبوب ﷺ سے متعلق قرآن مجید میں کئی مثالیں موجود ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔یاایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ''اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ہی ان سے بلند آواز میں گفتگو کیا کرو۔ (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو''۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ''یعنی نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں شور نہ کیا کرو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف چہک کر یا تڑخ کر بات کرتے ہو۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یہ طریقہ خلاف ادب ہے۔آپ ﷺ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم واکرام کے لہجہ میں' ادب وشائستگی کے ساتھ۔دیکھو ایک مہذب بیٹا اپنے باپ سے' لائق شاگرد اپنے استاد سے' مخلص مرید پیر و مرشد سے اور ایک سپاہی اپنے افسر سے کس طرح بات کرتا ہے۔محبوب کبریاء ﷺ کا مرتبہ تو ان سب سے کہیں بڑھ کر ہے۔آپ ﷺ سے گفتگو کرتے وقت پوری احتیاط رکھنی چاہیے کہ مبادا بے ادبی ہو جائے اور آپ ﷺ کو مکدر پیش آئے تو محبوب کبریاء ﷺ کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ایسی صورت میں تمام اعمال ضائع ہونے اور ساری محنت اکارت جانے کا خدشہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر تھے۔ کسی بات پر گفتگو کرتے وقت دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیات نازل فرما کر قیامت تک کے لئے ایمان والوں کو ادب نبوی ﷺ کی اہمیت واضح فرما دی۔مسند بزاز میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم اب تو میں آپ ﷺ سے اس طرح بات کروں گا جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے۔درمنثور میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت دھیمی آواز کے ساتھ محسن کائنات ﷺ سے گفتگو کیا کرتے تھے۔بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انصار کے بلند آواز خطیب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیات سنیں تو گھر میں گوشہ نشین ہو گئے۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پوچھا۔کیا حال ہے تو کہنے لگے۔شر کان یرفع صوته فوق صوت النبی صلی الله علیه وسلم فقد حبط عمله وهو من اهل النار ''برا حال ہے' میں تو محبوب کبریاء ﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرتا تھا' میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی بن گیا''۔حضرت سعد بن معاذ

رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورتحال رحمت دو جہاں ﷺ کی خدمت میں پیش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے جا کر کہہ دو کہ انك لست من اهل النار ولكنك من اهل الجنه ''آپ ہرگز جہنمی نہیں ہیں بلکہ جنتی ہیں''۔ یعنی قدرتاً بلند آواز شخصیت ہونے کی وجہ سے دوران گفتگو آواز قدرے بلند ہوگی تو معاف کر دیا جائے گا تاہم اپنی طرف سے آواز پست رکھنے کی کوشش کرو کہ یہی ادب کا تقاضا ہے۔ محبوب دو جہاں ﷺ کا یہ ادب جس طرح آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں لازمی تھا' آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی لازمی ہے۔ آج بھی مسجد نبوی ﷺ میں مواجہ شریف کے سامنے والی دیوار پر یہ آیت لکھی ہوئی موجود ہے۔ زائرین کو چاہئے کہ روضہ انور پر حاضری کے وقت صلوۃ و السلام پڑھتے وقت اپنی آواز کو پست رکھیں۔ خواجہ فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے کہ:۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازك تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

قرآن مجید میں جہاں سابقہ امتوں کی اپنے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے گفتگو بیان کی گئی ہے وہاں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو نام لے کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ مثلاً بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ یاموسیٰ لن نصبر علی طعام واحد ''اے موسیٰ (علیہ السلام) ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے''۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے یوں کہا۔ یاعیسی ابن مریم هل یستطیع ربك ان ینزل علینا مائدة من السماء اے عیسیٰ (علیہ السلام) کیا تیرا رب ہمارے لئے آسمان سے مائدہ اتار سکتا ہے''۔

مندرجہ بالا دونوں آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک تو وہ لوگ نام لے کر اللہ کے برگزیدہ رسولوں سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ دوسرا انداز گفتگو بھی ایسا جیسا کہ وہ ایک دوسرے سے ہمکلامی کر رہے ہوں۔ چونکہ یہ بات سوءِ ادب کے زمرے میں آتی تھی لہذا اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو ایسے طرز کلام سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ''تم محبوب کبریا ﷺ کو اس طرح نہ پکارا کرو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو''۔ قربان جائیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت و فرمانبرداری اور حسن ادب پر کہ اس آیت کے نزول کے بعد جب بھی وہ جان کائنات ﷺ کو مخاطب کرتے تو یا نبی اللہ' یا رسول اللہ' یا حبیب اللہ (ﷺ) کہتے اور ساتھ یہ بھی کہہ دیتے۔ فداك امی و ابی ''آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں''۔ سبحان اللہ۔

یاایها الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوکم صدقه ''اے ایمان والو! جب تم محبوب کبریا ﷺ سے سرگوشی کرنا چاہو تو پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو'' (سورۃ مجادلہ ۱۲)۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ منافقین مدینہ نے لوگوں میں اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے یہ

طریقہ اپنایا کہ مالک دو جہاں ﷺ سے سرگوشی کے انداز میں بات کرتے۔ دیکھنے والوں کو یہ تاثر ملتا کہ یہ بات کرنے والا بڑا اہم آدمی ہے اور کوئی خاص گفتگو کر رہا ہے۔ بعض سادہ لوح مسلمانوں نے بھی غیر اہم باتیں کرنے کے لئے اس روش کو اپنا لیا۔ چونکہ یہ سب کچھ آداب محبوب ﷺ کے خلاف تھا۔ لہذا اللہ رب العزت نے حکم نازل فرمایا کہ اے ایمان والو! جب تم محبوب ﷺ سے سرگوشی کرنا چاہو تو پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔ جب لوگوں نے اپنی غلطی کا احساس ہونے پر یہ عادت ترک کر دی تو رب کائنات نے اس حکم کو منسوخ فرما کر مسلمانوں پر کشادگی فرما دی۔ مفسرین کرام نے فرمایا کہ "جب یہ حکم اترا تو منافقین نے بخل کی وجہ سے وہ عادت چھوڑ دی اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ زیادہ سرگوشیاں کرنا (تو خلاف ادب ہے جو) اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے یاایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ "اے ایمان والو! ہرگز آگے نہ بڑھو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے (کسی بھی معاملہ میں)"۔ اللہ تعالیٰ کی سچی فرمانبرداری اس کے محبوب ﷺ کی سچی فرمانبرداری میں مضمر ہے اور اطاعت و فرمانبرداری کا تعلق ادب سے ہوتا ہے لہذا اس آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کو ادب محبوب ﷺ کی تعلیم دی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ رحمت دو جہاں ﷺ کے صحبت یافتہ تھے لہذا انہوں نے دلوں کے تقویٰ کے ساتھ ساتھ شاہ خوباں ﷺ کے ظاہری ادب کا اس قدر لحاظ کیا کہ کسی کام میں محسن کائنات ﷺ سے پہل نہیں کیا کرتے تھے۔ بات کرتے تھے تو پست آواز کے ساتھ اور بیٹھتے تھے تو اس طرح کہ جیسے سر پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔ ان کے سینے عشق نبوی ﷺ سے معمور، ان کے روز و شب اعمال صالحہ سے بھرپور اور ان کی زندگیاں بے ادبی سے کوسوں دور اس لئے اس مقدس جماعت کے متعلق فرمان الٰہی صادر ہوا۔ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی "وہی ہیں جن کے دل جانچ لئے اللہ نے ادب کے واسطے"۔ لھم مغفرۃ و اجر عظیم "ان کے لئے معافی ہے اور بڑا اجر ہے"۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات کو یکجا کر کے غور کیا جائے تو یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ پروردگار عالم نے ایک طرف تو آداب نبوی ﷺ بجالانے کی آیات نازل فرمائیں دوسری طرف ان تمام امور کی بیخ کنی فرمائی جو آداب نبوی ﷺ کے خلاف تھے۔ جہاں آداب بجالانے کا حکم دیا وہاں بے ادبی کی ممانعت بھی فرما دی۔ گویا پسندیدہ اور ناپسندیدہ دونوں طرح کے امور کی وضاحت فرما دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس باب میں ایسی روشن مثالیں قائم کی ہیں کہ آج بھی امت مسلمہ کے لئے روشنی کے مینار کا کام دیتی ہیں۔ درج ذیل چند واقعات مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں:۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آداب محبوب کریم ﷺ

صلح حدیبیہ کے موقع پر شاہ خوباں ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مصالحت کی غرض سے مکہ مکرمہ بھیجا۔ خود بنفس نفیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مقام حدیبیہ میں قیام فرمایا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قریش مکہ سے تفصیلی بات چیت کی مگر انہوں نے مسلمانوں کو عمرے کی اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا۔ کئی دن کی مساعی جمیلہ کے باوجود کوئی امید بر نہ آئی بلکہ قریش اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ چند ایک نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پیشکش کی کہ اگر آپ خود عمرہ کرنا چاہیں تو ہماری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے آقا کو طواف سے روک دیا جائے اور میں خود طواف کرلوں۔ قریش مکہ کے دلوں پر یہ بات بجلی بن کر گری وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ غلامان رسول ﷺ کو عشق و ادب میں اتنا کمال نصیب ہو چکا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب واپس تشریف لائے تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ آپ طواف کر آئے ہیں؟ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں وہاں ایک سال بھی ٹھہرا رہتا اور میرے آقا ﷺ حدیبیہ میں ہوتے تو میں اپنے محبوب ﷺ کے بغیر طواف نہ کرتا''۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ ہمزیہ میں کیا خوب ارشاد فرمایا۔

وابی یطوف بالبیت اذلم یدن منه الی النبی فناء
فجزته عنها ببیعت رضوان ید من نبیه بیضاء
ادب عند مضاعف الاعمال بالترك جند الادباء

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے طواف سے انکار کیا چونکہ اس کی کوئی طرف محبوب کریم ﷺ کے قریب نہ تھی۔ پس ان کو محبوب کریم ﷺ کے ید بیضا نے بیعت رضوان میں اس نیک عمل کا بدلہ عطا کر دیا۔ (تنہا طواف نہ کرنا) ایسا جذبہ ادب تھا جس کے سبب ان کو (طواف سے) دگنا ثواب ملا' اصحاب محبوب ﷺ بھی کیا خوب ادب کرنے والے تھے''۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صفت حیاء و ادب میں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر سبقت لے گئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میں نے رحمت دو جہاں ﷺ سے بیعت کی اس وقت سے لے کر آج تک ادب کی وجہ سے میں نے دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو نمائندہ بنا کر بھیجا تا کہ مصالحت کی شرائط طے کی جاسکیں۔ عروہ انتہائی ذہین اور جہاں دیدہ آدمی تھا۔ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ کر ہی اس نے ایک ایک چیز کا بغور جائزہ لینا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ جان کائنات ﷺ کی خدمت میں بیٹھ کر گفتگو کرنے کے دوران وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرکات و سکنات کو دیکھتا رہا۔ جب وہ قریش مکہ کے پاس واپس آیا تو اس نے شمع رسالت ﷺ کے پروانوں کے بارے میں درج ذیل تاثرات بیان کیے۔ یاقوم واللہ لقد وفدت علی الملوك ووفدت علی قیصر و کسری و النجاشی واللہ ان رایت

ملکا قط یعظمه اصحابه ما یعظمه اصحاب محمد محمدا۔ و اذا امر هم ابتدروا امره و اذا توضا کادوا یقتتلون علی وضونه۔ و اذا تکلم خفضوا اصواتهم عنده وما یجمدون علیه النظر تعظیما له ''اے میری قوم۔اللہ کی قسم۔میں قیصر وکسری اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہوا ہوں۔میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد (ﷺ) کے اصحاب ان کی کرتے ہیں۔اللہ کی قسم جب وہ تھوک بھی پھینکتے ہیں تو وہ ان کے اصحاب میں سے کوئی نہ کوئی اپنے ہاتھ پر لے لیتا ہے۔جب وہ وضو کرتے ہیں تو انکا پانی لینے کے لئے اصحاب (رضی اللہ عنہم) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔جب کوئی حکم فرماتے ہیں تو ان کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) اس حکم کی تعمیل کے لئے دوڑتے ہیں۔جب وہ کلام فرماتے ہیں تو ان کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں۔مزید برآں اصحاب رضی اللہ عنہم انہیں بڑے محبت والفت اور ادب کی نگاہوں سے دیکھتے رہتے ہیں'' (صحیح مسلم)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب نبوی ﷺ کی گواہی اس سے اچھے الفاظ میں دینی مشکل ہے۔تعریف اگر کسی دشمن کی زبان سے نکلے تو اس کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔آفرین ہے ان مقدس ہستیوں پر جنہوں نے اپنے آداب واخلاق کالوہا دشمنوں سے بھی منوالیا۔

ادب تاجیست از لطف الهی
بنه برسر برو بر جاکه خواہی
''ادب ایک تاج ہے جو اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے ملتا ہے۔اسے اپنے سر پر رکھنا اور جہاں چاہے گا (عزت پائے گا)''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ محسن کائنات ﷺ کے چچا تھے۔تاہم عمر میں کوئی زیادہ فرق نہ تھا۔ایک مرتبہ محبوب کریم ﷺ نے ان سے پوچھا۔انت اکبر منی ''کیا آپ مجھ سے بڑے ہیں؟'' یہ الفاظ سنتے ہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ تڑپ اٹھے اور عرض کیا۔یارسول الله صلی الله علیه وسلم انت اکبر واعظم انا اسن ''اے اللہ کے محبوب ﷺ آپ بڑے ہیں اور مرتبہ والے ہیں البتہ میری عمر زیادہ ہے''۔اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی منقول ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عمر کا تذکرہ کرتے ہوئے کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔تم بڑے ہو یا محبوب کریم ﷺ۔انہوں نے جواب دیا کہ محبوب کبریاء ﷺ مجھ سے بڑے ہیں البتہ میں پیدائش میں ان سے پہلے ہوں (کشف الغمہ للشعرانی)۔اسے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام گفتگو میں بھی کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا پسند نہیں کرتے تھے جس سے بے ادبی کا شائبہ ہو۔رحمت دو جہاں ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا جذبہ ان کے انگ انگ میں اس طرح سما چکا تھا کہ روانی کلام میں بھی خلاف ادب کوئی لفظ زبان سے نہیں نکلتا تھا۔

شمائل ترمذی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کسی شدید ضرورت اور

تقاضے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جان کائنات ﷺ کے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا تو وہ از راہ ادب اپنے ناخنوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے۔ مقصد یہ ہوتا کہ اطلاع بھی ہو جائے اور زیادہ آواز کہیں طبیعت میں گرانی کا باعث بھی نہ بنے۔

قریش مکہ کے سردار ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئیں تو محبوب دو جہاں ﷺ نے انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا۔ ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جب معاہدہ حدیبیہ ختم ہونے کا وقت آیا تو قریش مکہ نے اس کی مدت میں توسیع کروانی چاہی۔ اس اہم کام کے لئے ان کی نظر انتخاب ابوسفیان پر پڑی۔ چنانچہ ابوسفیان قریش کے سفیر بن کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے۔ ایک چارپائی پر حاکم کائنات ﷺ کا مبارک بستر بچھا ہوا تھا۔ ابوسفیان نے جونہی اس پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے بستر سمیٹ دیا اور خالی چارپائی کی طرف اشارہ کیا کہ ابا جان تشریف رکھیں۔ ابوسفیان اس صورتحال کو صحیح طرح سمجھ نہ سکے لہذا بیٹی سے پوچھا۔ کیا یہ بستر میرے قابل نہ تھا یا میں اس بستر کے قابل نہ تھا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ابا جان یہ محبوب دو جہاں ﷺ کا بچھونا ہے۔ ابوسفیان نے کہا پھر کیا ہوا وہ تیرے شوہر ہیں تو میں تیرا باپ ہوں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا۔ یہ تو ٹھیک ہے مگر آپ مشرک ہیں اور محبوب کبریاء ﷺ کا بستر پاک ہے۔ مجھے گوارا نہیں کہ آپ کا نجس بدن میرے آقا ﷺ کے بستر پر لگے۔ اس واقعے سے عشق نبوی ﷺ اور ادب نبوی ﷺ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مسجد نبوی میں خطبہ دینے کے لئے لکڑی کا ایک منبر بنایا گیا جس کے تین درجے تھے۔ رحمت دو جہاں ﷺ جب خطبہ دینے کے لئے سب سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے تو درمیانی درجے پر پاؤں مبارک رکھتے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو خطبہ دینے کے لئے درمیانی درجے پر بیٹھتے اور پاؤں زمین پر رکھتے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو از راہ ادب سب سے نچلے درجے پر بیٹھتے اور پاؤں زمین پر رکھتے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے منبر شریف کے درجات زیادہ کردیئے۔ جب خطبہ دینے کی ضرورت پیش آتی تو آپ ﷺ زیادت کے پہلے درجے پر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ خلفائے راشدین کا یہ عمل ادب کے معاملے میں سند رکھتا ہے۔

شاہ خوباں ﷺ پر وصال مبارک سے پہلے جب مرض کا غلبہ ہوا تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں نمازوں کی امامت کروائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رحمت دو جہاں ﷺ کی حیات مقدسہ میں سترہ نمازیں پڑھانے کا شرف نصیب ہوا۔ وصال مبارک سے دو روز قبل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز ظہر کی امامت کروا رہے تھے کہ مالک دو جہاں ﷺ شدت علالت کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھوں کا سہارا لے کر جماعت میں شمولیت کے لئے مسجد تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب اندازہ ہوا کہ سید المرسلین ﷺ

تشریف لے آئے ہیں تو وہ دوران نماز مصلے سے پیچھے ہٹے۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔ پیچھے مت ہٹو۔ پھر رحمت دو جہان ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھ کر نماز ادا فرمانے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی اقتداء کرتے اور دوسرے تمام صحابہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرتے۔ اس طرح یہ نماز مکمل ہوئی۔ نماز سے فراغت حاصل ہونے پر جان کائنات ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ دوران نماز پیچھے کیوں ہٹے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ما کان لابن ابی قحافہ ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''ابوقحافہ کے بیٹے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ رسول اللہ ﷺ کے آگے نماز پڑھے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل کے ذریعے یہ ثابت کر دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لا تقدمو بین یدی اللہ ورسولہ فرمان الٰہی پر کس بے ساختگی سے عمل کرتے تھے۔

☆ ایک مرتبہ حضرت فضیلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ورع رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں باہم مقابلہ کر رہے تھے۔ کسی وجہ سے محبوب دو جہاں ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ ان دونوں کو تیر اندازی میں مشغول دیکھ کر خوش ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت فضیلہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے بنی اسماعیل۔ تم تیر اندازی کرو چونکہ تمہارا باپ تیر انداز تھا۔ تم تیر پھینکتے جاؤ میں ابن ورع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں۔ یہ الفاظ سنتے ہی حضرت فضیلہ رضی اللہ عنہ نے کمان رکھ دی اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ۔ اگر آپ ابن ورع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں تو ادب کی بنا پر میں مقابلے میں تیر نہیں پھینک سکتا۔ یعنی مقابلے کا لفظ برابری کے زمرے میں آتا ہے مجھے کہاں زیب دیتا ہے کہ میں آپ ﷺ کی برابری کروں گو کہ وہ تیر پھینکنے ہی میں کیوں نہ ہو (بخاری شریف)۔

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم محبوب کبریا ﷺ کے ساتھ دستر خوان پر حاضر ہوتے تو اس وقت تک طعام کو ہاتھ نہ لگاتے جب تک محبوب دو جہاں ﷺ پہلے شروع نہ فرماتے۔ چونکہ آقا کی موجودگی میں غلام کا کسی کام میں پہل کرنا بے ادبی سمجھی جاتی ہے اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کھانا کھانے میں بھی پہل نہ کیا کرتے تھے۔

☆ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے سامنے کے حصہ میں بالوں کا اس قدر لمبا گچھا تھا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ زمین پر بیٹھ کر اپنے بال کھولتے تو وہ بال زمین سے لگ جاتے۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ آپ ان بالوں کو کٹوا کیوں نہیں دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میرے ان بالوں کو جان کائنات ﷺ نے ایک مرتبہ پیار سے پکڑا تھا۔ اس کے بعد سے میں نے انہیں کٹوانا چھوڑ دیا۔ عشق وادب کی انتہا دیکھئے۔ اگر عام آدمی ظاہری نظر سے دیکھے تو اسے یہ بات معمولی نظر آئے گی مگر آداب و اکرام کی حدود میں بڑی وسعت ہے۔ ہر انسان کو اس کے نصیب کے بقدر حصہ ملتا ہے۔

☆ شاہ خوباں ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ اس مکان کی دو منزلیں تھیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مع اہل و عیال اوپر والی منزل میں ٹھہرے جبکہ محبوب دو جہاں ﷺ پہلی منزل میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ رات کو محو خواب تھے اچانک آنکھ کھلی۔ معاً دل میں خیال آیا کہ محبوب کبریاء ﷺ نیچے ہیں اور میں اوپر ہوں یہ تو صریحاً بے ادبی ہے۔ چنانچہ بستر سے اٹھ کر کمرے کی دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ جب رحمت دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو بصد اصرار آپ ﷺ کو اوپر والی منزل میں ٹھہرایا اور خود مع اہل و عیال نیچے آ گئے۔

☆ درمنثور کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غسل جنابت کی ضرورت پیش آئی۔ اسی حال میں محسن کائنات ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جلدی سے کہیں چھپ گئے۔ پھر غسل کرنے کے بعد محبوب دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محبوب کریم ﷺ نے پوچھا تم کہاں چلے گئے تھے۔ عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے حدث لاحق تھا۔ اس ناپاکی کی حالت میں آپ ﷺ سے ملنا مجھے خلاف ادب محسوس ہوا۔ اب میں پاک صاف ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے محسن کائنات ﷺ نے مصافحہ فرمانا چاہا تو انہوں نے غسل کی حاجت لاحق ہونے کا عذر پیش کیا۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ناپاکی کی حالت میں محبوب دو جہاں ﷺ کے جسم اطہر سے اپنا ہاتھ ملانا خلاف ادب سمجھتے تھے۔

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی محفل نبوی ﷺ میں بیٹھنے کی سعادت ملتی تو وہ اپنی نگاہوں کو ادب کی بنا پر نیچا رکھتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ اپنے اصحاب مہاجرین و انصار میں تشریف فرما ہوتے تو ان میں سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی رحمت دو جہاں ﷺ کی طرف نظر نہ اٹھاتا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے ساتھ جان کائنات ﷺ کا تعلق بہت خاص تھا۔ محبوب دو جہاں ﷺ ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے اور وہ جان کائنات ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔ گویا عشق و محبت کے قلبی جذبات مسکراہٹوں کی شکل میں نمودار ہوتے۔

☆ ترمذی شریف کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ محفل نبوی ﷺ کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔ جس وقت شاہ خوباں ﷺ کلام شروع فرماتے تو آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اس طرح سر جھکا لیتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جب آپ ﷺ خاموش ہو جاتے تب حاضرین میں سے کوئی ایک کلام کرتا اور دوران گفتگو آپ ﷺ سے بحث و مباحثہ نہ کرتے۔ دنیا کے بڑے

بڑے امراء کی مجالس میں ان آداب کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا چونکہ ان آداب کا تعلق قلبی محبت و عقیدت سے ہے۔ اہل دنیا کو یہ نعمت کہاں نصیب۔

☆ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت ابو قحافہ ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے کہ ایک مرتبہ انہوں نے محبوب کبریاء ﷺ کی شان میں کچھ نازیبا کلمات کہہ دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان ناشائستہ الفاظ کو سن کر بہت خفا ہوئے حتیٰ کہ اپنے والد کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ انہوں نے محسن کائنات ﷺ سے شکایت کی تو مالک دو جہاں ﷺ نے حقیقت احوال واقعی معلوم کرنے کی غرض سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے ایسے کیوں کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ یارسول اللہ ﷺ! اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی ورنہ ایسے نازیبا کلمات کہنے پر میں ان کی گردن اڑا دیتا۔ اس پر جبرائیل علیہ السلام قرآن پاک کی یہ آیتیں لے کر نازل ہوئے۔ لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوآدون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباؤھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیرتھم۔ اولئك کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ۔ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خالدین بھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئك حزب اللہ۔ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون "اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائے گا۔ وہ ان کے باپ بیٹے بھائی یا کنبہ قبیلہ کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ انہی لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور ان کی تائید اپنی روح سے کی ہے۔ انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔ وہ خدائی لشکر ہے۔ آگاہ رہو بیشک اللہ کے لشکر والے لوگ ہی کامیاب ہیں" (مجادلہ ۲۲)۔

☆ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوت میں داخل ہوئے تو اپنی صاحبزادی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو محبوب دو جہاں ﷺ سے بلند آواز سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوت میں اپنی بیٹی کی یہ بے ادبی دیکھ کر سخت غصہ آیا۔ چنانچہ آپ نے ایک طمانچہ اس زور سے رسید کیا کہ وہ محبوب کریم ﷺ کی اوٹ میں جا پہنچیں۔

☆ ایک مرتبہ منافقین نے سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا۔ رحمت دو جہاں ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر جلوہ افروز ہوئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ "اگر تم اس تہمت سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت کا اعلان فرما دیں گے اور اگر تم سے کوئی لغزش ہو گئی ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب توبہ کر لیتا ہے تو اس کے سارے گناہ دھل جاتے ہیں"۔ حاکم کائنات ﷺ کا یہ فرمان سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد محترم سے عرض کی کہ میری طرف سے محبوب کریم ﷺ کو جواب دے دیجئے کو کہ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کی پاکدامنی کا یقین تھا مگر ادب نبوی ﷺ کی وجہ سے زبان نہ کھل سکی' صرف اتنا کہا میں نہیں جانتا کہ کیا کہوں (بخاری شریف)۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت دو جہاں ﷺ ہم سے گفتگو فرماتے تھے پھر جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو ہم بھی (ازراہ ادب) کھڑے ہو جاتے (نسائی' ابوداؤد)۔

☆ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو شخص محسن کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے نبوت کی ظاہری نشانیوں کے متعلق دریافت کیا۔ جب رحمت دو جہاں ﷺ نے نشانیاں بیان فرما دیں تو انہوں نے جان کائنات ﷺ کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو ادب و محبت کی بنا پر بوسہ دیا اور کہا'' ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں''۔

☆ حضرت زراع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وفد عبدالقیس کے لوگ جب مدینہ آئے تو جلدی جلدی اپنے کجاووں سے نکل کر محبوب دو جہاں ﷺ کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کو از راہ محبت و ادب چومنے لگے (احمد۔ابوداؤد)۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے اور منبر نبوی ﷺ پر جو جگہ رحمت دو جہاں ﷺ کے بیٹھنے کی تھی اسے ہاتھ سے مس کیا اور تبرکا اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر پھیر لیا (شفاء۔طبقات ابن سعد)۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں بیت المال سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے روزینے مقرر کرنے لگے تو اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لئے تین ہزار درہم سالانہ مقرر کئے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لئے تین ہزار پانچ سو درہم مقرر کئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کا روزینہ آپ نے مجھ سے زیادہ کیوں متعین کیا؟ فرمایا کہ اس کا باپ تیرے باپ سے اور وہ خود تجھ سے زیادہ نبی ﷺ کو پیارے تھے۔ میں نے محبوب کریم ﷺ کے پیارے کو اپنے پیارے پر فوقیت دی ہے۔ عشق نبوی ﷺ اور ادب نبوی ﷺ کی یہ کتنی درخشندہ مثال ہے۔

وصال مبارک کے بعد ادب محبوب کریم ﷺ

حاکم کائنات ﷺ کا ادب و احترام جس طرح آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں واجب تھا اسی طرح وفات شریف کے بعد بھی واجب ہے۔ سلف و خلف کا یہی مذہب رہا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

☆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اگر مسجد نبوی ﷺ کے کسی قریبی مکان میں میخ ٹھوکنے کی آواز سنتیں تو کہلا بھیجتیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا نہ پہنچاؤ (وفاء الوفاء)۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے لئے لکڑی کا دروازہ بنوانا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کاریگر

سے یہ شرط طے کی کہ وہ دور کسی جگہ دروازہ تیار کرے گا تا کہ تیاری کے دوران اوزار وغیرہ کی آواز سے محبوب کریم ﷺ کو اذیت نہ پہنچے۔ جب دروازہ تیار ہو جائے تو اپنی جگہ پر نصب کر دیا جائے گا۔

☆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں لیٹا ہوا تھا کہ کسی نے میری طرف کنکری پھینکی۔ جب سر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جاؤ ان دونوں کو بلا لاؤ۔ جب وہ دونوں حاضر خدمت ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ تم کون ہو یا کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے بتایا طائف سے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم لوگ (مدینہ) شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں درے لگاتا۔ کیا تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔

☆ حضرت نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عشاء کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں موجود تھے۔ اچانک کسی شخص کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بلا کر پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں قبیلہ بنو ثقیف سے ہوں۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کس شہر کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا میں طائف کا رہنے والا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ یاد رکھو اس مسجد میں آوازیں بلند نہیں کی جاتیں (وفاء الوفاء)۔

☆ ابن حمید سے روایت ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مسجد نبوی ﷺ میں کسی بات پر مباحثہ کیا۔ اس وقت خلیفہ کے ہمراہ پانچ سو شمشیر بند بھی موجود تھے۔ دوران گفتگو جب خلیفہ کی آواز قدرے بلند ہوئی تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے امیر المومنین اس مسجد میں اپنی آواز بلند مت کرو۔ محبوب دو جہاں ﷺ کا ادب و احترام وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ حیات مبارکہ میں تھا۔ یہ سنتے ہی ابوجعفر کی آواز پست ہو گئی۔

☆ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی مدینہ منورہ میں بسر کی۔ جب قضائے حاجت کی ضرورت پیش آتی تو آپ شہر سے باہر حدود حرم تک جاتے اور اس طرح بیٹھ کر فراغت حاصل کرتے کہ جسم تو حدود حرم میں رہتا تاہم فضلہ حدود سے باہر گرتا۔ کسی کے پوچھنے پر فرمایا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر میری موت واقع نہ ہو جائے۔ ایک طرف تو دیار حبیب ﷺ سے اتنا لگاؤ اور دوسری طرف ادب کی یہ انتہا کہ اپنے جسم کی نجاست و گندگی مدینہ منورہ کی مٹی میں شامل کرنا گوارا نہیں۔ محبت و ادب کا یہ حسین امتزاج بہت کم دیکھا گیا ہے۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں سے گذرتے ہوئے راستہ کے درمیان چلنے کی بجائے دیواروں کے قریب چلتے۔ پوچھنے پر فرمایا۔ ممکن ہے کہ ان راستوں پر محسن کائنات ﷺ کے مبارک قدموں کے نشان موجود ہوں۔ اگر میری قدم ان نشانات پر آگئے تو سخت

بے ادبی ہوگی۔

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ آپ کے پاس سواری کے لئے بہترین گھوڑے موجود ہیں مگر آپ مدینہ منورہ میں گھوڑے پر سوار کیوں نہیں ہوتے؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے زیب نہیں دیتا کہ جس مقدس جگہ پر میرے آقا کے مبارک قدم لگے ہوں میں اس جگہ کو گھوڑے کے سموں سے پامال کروں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''جذب القلوب'' میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ادب نبوی ﷺ کی وجہ سے مدینہ منورہ میں گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔

☆ ایک مرتبہ کسی شخص نے دوران گفتگو کہا کہ مدینہ منورہ کی مٹی خراب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فتویٰ دیا کہ اسے تیس درے مارے جائیں اور کچھ عرصہ کے لئے قید کر دیا جائے۔ کسی نے پوچھا کہ اتنی سختی کیوں؟ فرمایا کہ ایسا شخص تو اس لائق ہے کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ جس زمین میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ آرام فرما ہیں وہ اس کے متعلق گمان کرتا ہے کہ اس کی مٹی خراب ہے (شفاء شریف)۔ ایک شاعر نے کتنے خوبصورت الفاظ میں اپنا مافی الضمیر بیان کیا ہے ۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

''آسمان کے نیچے عرش الٰہی سے بھی زیادہ نازک یہ ادب گاہ (روضہ اقدس) ہے۔ جنید و بایزید رحمۃ اللہ علیہم جیسی ہستیاں بھی یہاں سانس روک کر حاضری دیتی ہیں) گویا اس بارگاہ اقدس میں زور سے سانس لینا بھی بے ادبی ہے''۔

حضرت نثار فتحی نے بھی کیا خوبصورت شعر کہا ہے ۔

یہ شور تنفس بھی ہمیں بار ہوا ہے

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روضہ اقدس اور مسجد نبوی ﷺ کا بہت زیادہ ادب کرتے تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ لو رایتم ما رایت کما انکرتم علی ما ترون ''اگر تم وہ دیکھتے جو میں دیکھتا ہوں تو پھر میرے عمل پر اعتراض نہ کرتے''۔ یہ اسی ادب محبوب ﷺ ہی کی برکت تھی کہ آپ کو مالک کائنات ﷺ کا خواب میں کثرت سے دیدار ہوتا تھا۔ حضرت ابوسعد رحمۃ اللہ علیہ حلیہ میں مثنیٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ میری کوئی رات ایسی نہیں گذرتی جس میں مجھے راحت جان ﷺ کا دیدار نصیب نہ ہوتا ہو۔

☆ حضرت ابوالفضل جوہری اندلسی نے مدینہ طیبہ کے لئے سفر کا قصد کیا۔ جب شہر کے مکانات نظر آنے لگے تو سواری سے اتر پڑے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے پیدل چلنے لگے۔

ولما رأینا رسم من لم یدع لنا

فوئاد العرفان الرسوم ولالبا
نزلنا عن الاکوار نمشی کرامه
لمن بان عنه آن نلم به رکبا

''جب ہم نے اس ذات شریف کے آثار دیکھے جس نے آثار کی پہچان کے لئے نہ ہمارے پاس دل چھوڑا نہ عقل چھوڑی۔ پس ہم سواری سے اتر پڑے اور ذات اقدس کی تعظیم کے لئے پیدال چلنے لگے جس کی زیارت سواری کی حالت میں بعید از ادب ہے''۔

شیخ الاسلام حافظ ابوالفتح تقی الدین بن دقیق رحمتہ اللہ علیہ جان کائنات ﷺ کی تعظیم میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

یا سائرا نحو الحجاز مشمرا
اجهد فدیتاك فی المیسر وفی السری
واذا سهرت اللیل فی طلب العلی
فحنرا ثم حنرا من جدع الکری
فالقصد حیث النور یشرق ساطعا
والطرف حیث نری لتری متعطرا
قف بالمنازل والمناهل من لدن
وادی قباه الی حمی ام التری
وتوخ آثار النبی فضع بها
متشرقا بك فی عفر التری
واذا رایت مهابط الوحی التی
نشرت علی الافا نورا انوارا
فاعلم بانك مارئایت شبیهها
مذکنت فی ماضی الزمان ولاتری

''اے حجاز کی طرف تیزی سے چلنے والے میں تجھ پر فدا کہ تو رات دن چلنے کی کوشش کرنا' جب تو بزرگیوں کی طلب میں رات کو جاگے تو اونگھ کے قریب سے بھی بچنا پھر بچنا' تو اس جگہ کا قصد کرنا جہاں نور خوب چمک رہا ہے اور جہاں کی خاک خوشبودار نظر آتی ہے' تو ان منازل اور چشموں پر ٹھہر جانا جو وادی قبا کے قریب ام القریٰ کے سبزہ زار تک ہیں' پھر محبوب کریم ﷺ کے آثار کا قصد کرنا ان کی زیارت کرتے ہوئے دونوں رخسار کو خاک پر رکھ دینا' جو تو وحی اترنے کی جگہ کو دیکھے جنہوں نے تمام دنیا پر نور ہی نور پھیلا

دیا ہے' تو جان لینا کہ تو نے اس کی مثل نہیں دیکھا نہ اپنے ماضی میں اور نہ ہی آئندہ دیکھے گا''۔

☆ بعض مشائخ عظام سفر مدینہ کے لئے پیادہ پا اپنے گھروں سے روانہ ہوئے۔ جب پوچھا گیا تو فرمایا کہ مفرور غلام اپنے آقا کے دروازے پر سوار ہو کر نہیں آتا۔ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو سر کے بل چل کر آتے (شفاء شریف)۔

☆ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جب وقت وفات آیا تو بعض لوگوں نے سوچا کہ انہیں گنبد خضریٰ میں دفن کریں گے۔ جب یہ بات ان کے کانوں میں پڑی تو منع کرتے ہوئے فرمایا۔ میرا محبوب کریم ﷺ کے نزدیک دفن ہونا میری گستاخی اور محبوب دو جہاں ﷺ کی بے ادبی ہے۔ میری کیا اوقات ہے کہ میری قبر ان (ﷺ) کے قریب ہو''۔

☆ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ قبر مبارک میں جو مٹی لگ رہی ہے وہ عرش معلی سے بھی افضل ہے۔

فرمان محبوب کریم ﷺ کا ادب

وہ شاہ امم۔ وہ سراپا جودوکرم۔ وہ ماہ فضل وکمال۔ وہ سراپا حسن وجمال کہ

☆ جن کو اللہ رب العزت نے سب نبیوں سے پہلے پیدا فرمایا مگر سب سے آخر میں مبعوث فرمایا۔

☆ جنہوں نے یوم الست میں سب سے پہلے ''بلیٰ'' کا نعرہ لگایا۔

☆ جن کی مدد و نصرت کی گواہی عالم ارواح میں انبیائے کرام علیہم السلام سے لی گئی۔

☆ جن کی آمد کی خوشخبری ہر الہامی کتاب میں دی گئی۔

☆ جن کے پنگھوڑے کو فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

☆ جن کے نور ولادت نے دنیا کو جگمگایا۔

☆ جن کے حسن وجمال کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا۔

☆ جن کے لعاب مبارک نے کڑوے پانی کو میٹھا کر دیا۔

☆ جن کی مبارک انگلیوں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

☆ جن کی چشم مبارک اگر محو خواب ہوتی تو بھی دل مبارک بیدار رہتا تھا۔

☆ جن کا مبارک پسینہ مشک وعنبر سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔

☆ جن کے جسم اطہر پر مکھی بھی نہ بیٹھتی تھی۔

☆ جن کے بدن مبارک سے نکلنے والی نجاست بھی پاک تھی۔

☆ جن کی ولادت باسعادت پر شیاطین کو آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا۔

☆ جن کا قرین اور موکل جن بھی مسلمان ہو گیا۔

☆ جن پر درود وسلام بھیجنا امت پر واجب کر دیا گیا۔

☆ جن کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔
☆ جن کے سر پر نصرت بالرعب کا تاج سجایا گیا۔
☆ جن کو ورفعنالك ذكرك کا مژدہ سنایا گیا۔
☆ جن کا وجود مسعود اپنے مرقد اقدس میں حیات حقیقیہ کے ساتھ زندہ ہے۔
☆ جن کا مرقد مبارک عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔
☆ جن کے مرقد مبارک پر موکل فرشتہ امت کا درود و سلام پہنچاتا ہے۔
☆ جن کے حجرہ اور منبر کا درمیانی حصہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔
☆ جن کو قیامت کے دن مقام محمود عطا کیا جائے گا۔
☆ جن کو حوض کوثر کا والی بنایا جائے گا۔
☆ جن کی امت قیامت کے دن سب امتوں سے زیادہ ہوگی۔
☆ جن سے دین کی تبلیغ پر قیامت کے دن گواہی طلب نہ کی جائے گی۔
☆ جن پر نازل ہونے والی کتاب جنت میں بھی پڑھی جائے گی۔
☆ جن کی زبان (عربی) اہل جنت کی زبان بنادی جائے گی۔
☆ جن کے خیر مقدم کے لئے کائنات کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ بقول شخصے

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہ امم نہ ہوتا

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ ''شفاء شریف'' میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کو محبوب دو جہاں ﷺ سے نسبت ہے ان کی تعظیم و تکریم کرنا۔ حرمین شریفین میں آپ ﷺ کے مشاہدہ و مساکن کی تعظیم کرنا اور وہ چیزیں جو آپ ﷺ کے نام سے پکاری جاتی ہوں یا جن کو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے چھوڑا ہو۔ ان سب کا (ادب) اکرام کرنا درحقیقت رحمت دو جہاں ﷺ ہی کے اکرام میں داخل ہے۔ سلف صالحین کا دستور تھا کہ جن محفلوں میں حدیث نبوی ﷺ سنی یا سنائی جاتی ان محفلوں میں اس طرح باادب اور باوقار بیٹھتے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین محبوب کریم ﷺ کی خدمت میں باادب ہو کر بیٹھتے تھے۔ یہ سب اس لئے تھا کہ وہ حدیث رسول ﷺ کے ادب کو درحقیقت محبوب کبریاء ﷺ ہی کا ادب تصور کرتے تھے۔

حدیث مبارکہ پڑھنے یا پڑھانے اور سننے یا سنانے کی مجالس کے چند آداب درج ذیل ہیں:۔

۱۔ افضل درجہ تو یہ ہے کہ غسل کر لیا جائے اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم باوضو ہو کر شامل ہونا۔

۲۔ جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگانا۔
۳۔ دو زانوں ہو کر بیٹھنا۔
۴۔ پڑھنے والے کے لئے حدیث مبارکہ اونچی جگہ پر بیٹھ کر پڑھنا۔
۵۔ جب حدیث مبارکہ پڑھی جائے تو آواز کو پست رکھنا۔
۶۔ سننے والوں کے لئے حدیث مبارکہ خاموشی سے سننا۔
۷۔ حدیث مبارکہ پڑھنے پڑھانے کے دوران اگر کوئی مہمان بھی آجائے تو اس کی تعظیم کے لئے نہ اٹھنا۔

سلف صالحین کے چند واقعات

☆ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے سامنے حدیث پاک پڑھی یا سنائی جاتی تو وہ لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے لا ترفعو اصواتکم فوق صوت النبی کہ اپنی آوازوں کو محبوب کریم ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو اور نیز یہ بھی فرماتے کہ حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے وقت خاموش رہنا اسی طرح لازم ہے جس طرح آپ ﷺ کے دنیا میں ارشاد فرمانے کے وقت لازم تھا (مدارج النبوت ج ا ص ۵۲۹)۔

☆ رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہونے کی وجہ سے ایک پہلو پر لیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے ان سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی۔ سائل نے کہا کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ فرمایا میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ محبوب کبریاء ﷺ کی حدیث کروٹ کے بل لیٹے لیٹے بیان کروں (مدارج النبوت ج ا ص ۵۴۱)۔

☆ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس امر کو مستحب سمجھتے تھے کہ محبوب دو جہاں ﷺ کی احادیث باوضو ہی پڑھائیں (مصنف عبدالرزاق ج ا ص ۳۴۴)۔

☆ حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا جب وضو نہ ہوتا اور حدیث بیان کرنا چاہتے تو تیمم کر لیتے تھے (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۸)۔

حضرت ضرار بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سلف صالحین اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ بے وضو رحمت دو جہاں ﷺ کی حدیثیں بیان کریں (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۸)۔

☆ حضرت امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کتابت حدیث وضو کے ساتھ کرتے تھے (مدارج النبوت)۔

☆ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے صحیح بخاری میں جو حدیث بھی درج کی ہے اس سے پہلے میں نے غسل کیا ہے اور دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ ما وضعت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذالک و صلیت رکعتین (مقدمہ حاشیہ بخاری ص ۴)۔

☆ خالد بن احمد الذہلی گورنر بخارا نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ گھر آکر میرے

لڑکوں کو صحیح بخاری اور تاریخ کبیر پڑھا دیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قاصد کو جواب دیا کہ ''میں علم کی توہین نہیں کرسکتا اور نہ لوگوں کے گھروں میں علم اور کتابیں لئے لئے پھر سکتا ہوں۔ گورنر صاحب سے کہہ دیجئے کہ اگر ان کو علم کا شوق ہے تو وہ میری مسجد یا میرے گھر میں آ کر مجھ سے پڑھ لیا کریں''۔ گورنر صاحب کا پیغام آیا کہ اچھا آپ میرے لڑکوں کے لئے ایک الگ مجلس منعقد کیا کریں جس میں کوئی دوسرا طالبعلم شریک نہ ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں دین کے بارے میں یہ امتیازی رویہ ہرگز صحیح نہیں سمجھتا۔ گورنر نے جب یہ کھرا کھرا جواب سنا تو بعض علماء کو جنہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے حسد تھا ان کے پیچھے لگا دیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخارا کو خیر باد کہتے ہوئے سمرقند تشریف لے گئے۔ وہیں کچھ عرصہ کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور سمرقند سے چھ میل دور خرتنگ کے مقام میں مدفون ہوئے (بغدادی ج ۲ ص ۳۳)۔

امام قیمۃ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر بادشاہ ابودلف کا لڑکا مع اپنے خادموں کے حدیث کی روایت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت قیمۃ رحمۃ اللہ علیہ نے نکلنے میں کچھ دیر کی تو شہزادہ کے غلاموں نے آواز دی۔ شہزادہ دروازے پر ہے اور آپ باہر نہیں آتے؟ حضرت قیمۃ رحمۃ اللہ علیہ باہر نکلے تو انہوں نے اپنے تہبند کے کنارے پر خشک روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ فرمایا کہ جو شخص دنیا سے صرف اس پر راضی ہو وہ شہزادوں کو کیا جانتا ہے۔ بخدا میں (شہزادے کی بے ادبی کی وجہ سے) اس سے حدیث بیان نہیں کروں گا (تذکرہ ج ا ص ۳۴۰)۔

☆ جب لوگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے آتے تو ایک خادمہ ان لوگوں سے پہلے دریافت کرتی کہ حدیث مبارکہ کے لئے آئے ہو یا فقہی مسائل معلوم کرنے کے لئے؟ اگر وہ کہتے کہ مسائل معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فوراً نکل آتے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث مبارکہ کی سماعت کے لئے آئے ہیں تو پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ غسل کر کے خوشبو لگاتے اور نیا لباس پہن کر باہر تشریف لاتے۔ آپ کے لئے ایک تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر آپ حدیث بیان فرماتے۔ اثنائے روایت مجلس میں عود (خوشبو) دھونی دی جاتی۔ کسی طالب علم نے اس اہتمام کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس طرح محبوب کائنات ﷺ کی حدیث کی تعظیم کروں۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ہم سے احادیث نبوی بیان کر رہے تھے۔ قرأت حدیث کے دوران آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا مگر آپ نے حدیث مبارک کو قطع نہ کیا۔ جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہوئے اور سامعین چلے گئے تو آپ نے مجھے فرمایا کہ ذرا میری کمر تو دیکھو۔ میں نے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بچھو نے سولہ مرتبہ ڈسا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے بتا کیوں نہ دیا۔ فرمایا کہ میں

نے محبوب کریم ﷺ کی عظمت کے لئے صبر کیا (مواہب والشفاء)۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیق کی طرف جا رہا تھا۔ دوران گفتگو میں نے ایک حدیث مبارکہ کی بابت پوچھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جھڑک دیا اور فرمایا کہ مجھے آپ سے یہ توقع نہ تھی کہ راستہ چلتے ہوئے مجھ سے حدیث مبارکہ کی بابت سوال کرو گے (ان کے نزدیک یہ ادب نبوی ﷺ کے خلاف تھا)۔

☆ ایک مرتبہ ہشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کھڑے ہونے کی حالت میں ایک حدیث پوچھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث نبوی ﷺ کی یہ بے ادبی اتنی ناگوار گزری کہ اسے سزا کے طور پر بیس کوڑے لگائے۔ پھر ترس کھا کر بیس حدیثیں بتائیں۔ یہ دیکھ کر ہشام نے کہا کہ کاش امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مجھے اور زیادہ کوڑے مارتے پھر اور اتنی زیادہ حدیثیں روایت کرتے۔

☆ ایک مرتبہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کسی جگہ کھڑے تھے۔ اسی دوران قاضی جریر بن عبدالحمید نے آپ سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے ان کے لئے چند دن کی قید کا حکم دے دیا۔ جب لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا۔ قاضی اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے ادب سکھایا جائے۔

☆ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ خوش طبع شخصیت کے مالک تھے۔ لیکن جب ان کے سامنے مالک دو جہاں ﷺ کی حدیث مبارکہ کا ذکر آتا تو ان پر ادب کی وجہ سے خشوع طاری ہو جاتا تھا۔

☆ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ درس حدیث میں مشغول تھے کہ انہیں سخت پیاس کی وجہ سے حلق اتنا خشک محسوس ہوا کہ بولنا بھی مشکل ہو گیا۔ انہوں نے ایک طالب علم سے فرمایا کہ پانی لے آؤ۔ طالب علم جب گھر پہنچا اور پینے کے لئے پانی طلب کیا تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور فرمایا۔ افسوس کہ ہمارے خاندان سے علم رخصت ہو گیا۔ اہلیہ صاحبہ نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے پانی کے گلاس میں سرکہ ملا کر بھیجا۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پی لیا اور انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ پانی میں سرکہ ملا ہوا ہے۔ جب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ صورتحال معلوم ہوئی تو فرمایا۔ الحمدللہ ابھی ہمارے خاندان میں علم باقی ہے۔

محبت وتبرکات محبوب کریم ﷺ

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ کٹ مروں جب تک خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے اس وقت تک میرا کامل ایمان ہو نہیں سکتا

دوستو! ایسا کوئی مسلمان نہیں جس کو محبوب کریم ﷺ کے ساتھ محبت نہیں ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے جس کو آپ ﷺ کے ساتھ محبت نہیں ہے۔ یہ فتویٰ خود مالک دو جہاں ﷺ کا دیا ہوا ہے۔ لا یــؤمــن

آداب محبت

احدکم حتی اکون احب الیه من ولدہ و والدہ والناس اجمعین "کوئی تم میں سے اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے بیٹے باپ اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاتم کائنات ﷺ کی محبت شرط ایمان ہے۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے خوب فرمایا ہے۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اگر ہے اس میں کچھ خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

کسی کے مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت تمام کائنات سے زیادہ ہو حتیٰ کہ اصل و فروع جن سے کوئی نسبت ہوا کرتی ہے۔ ان سے بھی زیادہ محبت محبوب دو جہاں ﷺ کے ساتھ ہو۔

محبت کی اقسام

محبت کی دو قسمیں ہیں۔ محبت طبعیہ، محبت عقلیہ۔ محبت طبعیہ کا مطلب ہے کہ غیر اختیاری طور پر کسی کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور محبت عقلیہ وہ محبت ہوتی ہے جو کسی کے کمالات اور خوبیاں سوچنے سے پیدا ہوتی ہے۔ خواہ اس کی طرف طبعی میلان نہ ہو۔ جیسے کڑوی دوا کی طرف طبعی میلان نہیں ہوتا۔ جو محبت ایمان کے لئے شرط ہے وہ محبت عقلیہ ہی ہے کیونکہ محبت طبعیہ تو غیر اختیاری ہے اور انسان اس کا مکلف بھی نہیں ہے۔ محبت عقلیہ اختیاری ہے۔ یہ کمالات میں غور کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور کمالات کو سوچنا اختیاری ہے۔ البتہ بعض اوقات محبت عقلیہ ترقی کر کے محبت طبعیہ کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔

اسباب محبت

اللہ تعالیٰ و تقدس کے بعد پوری کائنات میں اسباب محبت سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ میں پائے جاتے ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ محبت کے تین اسباب ہوتے ہیں۔ کمال، جمال اور جود و سخا۔ یہ تینوں سبب نبی کریم ﷺ کی ذات پاک میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ ﷺ کا کمال آپ ﷺ کی کامل اور مکمل شریعت سے ظاہر ہے۔ آپ ﷺ کے جمال کا تذکرہ احادیث شمائل میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی تمام فصاحت و بلاغت کے باوجود اپنے آپ کو محبوب کبریاء ﷺ کے حسن و جمال کے بیان سے قاصر پاتے ہیں اور آخر میں یہ کہہ کر قصہ مختصر کرتے ہیں۔ لم ار مثله ولا بعده ﷺ

رہا تیسرا سبب تو حقیقت یہ ہے کہ کائنات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جو آپ ﷺ کے احسانات کے زیر بار نہ ہو اور خصوصیت کے ساتھ بنی نوع انسان پر آپ ﷺ کے احسانات سب سے زیادہ ہیں اور پھر اس آخری امت کو آپ ﷺ کی برکت سے جو انعامات ملے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا احصاء عام انسانی طاقت سے باہر ہے۔ جب تمام اسباب محبت میں آپ ﷺ سب سے بڑھ کر ہیں تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت کے آپ ہی مستحق ہیں۔ کائنات کی کسی اور چیز کو دل میں آپ ﷺ سے زیادہ مقام دینا حقیقت ناشناسی بھی ہے اور احسان فراموشی بھی۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم فرماتے ہیں۔

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوۃ اچھی
مگر باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ کٹ مروں جب تک خواجہ بطحا ﷺ کی عزت پر
خدا شاہد ہے اس وقت تک میرا کامل ایمان ہو نہیں سکتا

محبوب کریم ﷺ کے ساتھ امت کو جو محبت ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ تاریخ انسانی میں ایسی مثالیں ڈھونڈنے سے ہمیں ملتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے آثار کے ساتھ بھی امت مسلمہ کو بے پناہ محبت ہے۔ وہ ان آثار سے تبرک حاصل کرنا باعث سعادت سمجھتی ہے۔ احادیث شریفہ سے آپ ﷺ کے پہنے ہوئے کپڑے یا جوتے مبارک یا آپ ﷺ کے بال مبارک سے تبرک حاصل کرنا ثابت ہے۔ اسی طرح کسی جگہ محبوب کریم ﷺ کا نماز پڑھنا اور بیٹھنا ثابت ہو تو اس جگہ نماز پڑھنا یا بیٹھنا یا اس سے برکت حاصل کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ آپ ﷺ کے ساتھ کمال محبت کی دلیل بھی ہے۔

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی الصحیح البخاری میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ رحمت دو جہاں ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! میری نظر کمزور ہو گئی ہے جب بارش ہوتی ہے تو اس وقت مسجد میں جانا میرے لئے دشوار ہو جاتا ہے اور گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں۔ میں آپ ﷺ سے درخواست کرتا ہوں کہ کسی وقت میرے گھر میں تشریف لا کر دو رکعت نماز پڑھا دیجئے۔ آئندہ میں اسی جگہ نماز پڑھا کروں گا۔ محبوب کریم ﷺ نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول فرمائی۔ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے گھر میں ایک دوگانہ پڑھایا۔ اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے نماز پڑھنے سے پہلے صحابی رسول ﷺ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر میں نماز پڑھنا جائز تھی۔ وہ صرف محبوب کریم ﷺ کی ذات مبارکہ اور نماز سے برکت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور اس کے مطابق عمل فرمایا۔ یہ واقعہ آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کی بہترین سند ہے۔

☆ اسی کتاب میں حدیث ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ (جو اس وقت مسلمان نہ تھے) نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ جب محبوب دو جہاں ﷺ وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے وضو کے پانی پر جھپٹتے ہیں اور اپنے ہاتھوں پر لیتے ہیں اور اگر آپ ﷺ منہ مبارک سے لعاب یا بلغم پھینکتے ہیں تو وہ بھی اپنے ہاتھوں پر لیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عمل اور حاکم کائنات ﷺ نے ان کو منع نہ فرمایا۔ یہ تبرک حاصل کرنے کی مضبوط دلیل ہے۔

☆ الصحیح البخاری اور الصحیح المسلم میں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر اعمال حج سے فارغ ہونے کے بعد محبوب کریم ﷺ نے اپنا حلق راس فرمایا اور اپنے ایک صحابی حضرت ابوطلحہ رضی

اللہ عنہ کو بال دیئے اور فرمایا کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تقسیم کر دیں"۔

☆ صحیح بخاری مشہور تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے حضرت عبیدہ السلمانی سے کہا کہ تمہارے پاس رحمت دو جہاں ﷺ کا ایک بال مبارک ہے جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے۔ حضرت عبیدہ رحمتہ اللہ علیہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ ساری دنیا کی دولت سے اس کو بہتر سمجھتا ہوں کہ میرے پاس رحمت دو جہاں ﷺ کا بال مبارک ہو۔

☆ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رحمت دو جہاں ﷺ کا جبہ تھا۔ جس کو محبوب کریم ﷺ پہنا کرتے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے توسط سے انہیں ملا تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس جبہ مبارک کو پانی سے بھگوتے اور بیماروں کو پلاتے وہ شفایاب ہو جاتے۔

☆ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس محبوب کریم ﷺ کے بالوں کا ایک مجموعہ تھا جسے انہوں نے چاندی کی نلکی میں ڈال رکھا تھا۔ جب کسی شخص کو نظر لگ جاتی یا بیمار ہو جاتا تو پیالے یا ٹب میں پانی لے کر آتا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نلکی کو پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور مریض اس پانی کو پی لیتا یا بدن پر مل لیتا۔ اسے شفا ہو جاتی۔

☆ شمائل شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ جان کائنات ﷺ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں مشک سے منہ لگا کر پانی نوش فرمایا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو حضرت سلیم رضی اللہ عنہا نے مشک کا منہ کاٹ کر رکھ لیا تا کہ اس تبرک اور شفاء حاصل ہو۔ اسی طرح ایک مرتبہ رحمت دو جہاں ﷺ نے حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا جو ایک صحابیہ ہیں کے گھر میں بھی مشک کو منہ لگا کر پانی پیا' انہوں نے بھی مشک کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔

☆ جمع الوسائل میں علامہ متبرک سے نقل کیا ہے کہ مشک کا منہ کاٹنے سے مقصود یا تو یہ تھا کہ جس جگہ آپ ﷺ کا منہ مبارک لگا ہے اس جگہ کو اگر ہر شخص استعمال کرے تو رحمت دو جہاں ﷺ کے بے ادبی اور ناقدری کا احتمال ہے۔ اس لئے کاٹ کر رکھ لیا یا تبرک اور شفاء حاصل کرنا مقصود تھا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ دونوں مراد ہو سکتے ہیں ان میں تضاد نہیں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب محبوب کبریاء ﷺ صبح کی نماز ادا فرما لیتے تو مدینہ منورہ کے گھروں کے خادم آپ ﷺ کا تبرک حاصل کرنے کے لئے برتن میں پانی لاتے۔ آپ ﷺ اپنا ہاتھ مبارک پانی میں ڈال دیتے اور پانی کو بابرکت بناتے۔

☆ حضرت ابو محذورہ سمیرہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کی چوٹی کے بالوں کو رحمت دو جہاں ﷺ نے اپنے ہاتھوں میں لیا تھا' اس وجہ سے انہوں نے ساری زندگی چوٹی کے بال نہیں کٹوائے۔ اس کا سب محبوب کریم ﷺ کے ساتھ محبت اور تبرک ہی تھا۔

☆ کفار کے ساتھ ایک جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گر گئی۔ انہوں نے اسے

حاصل کرنے کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈال کر بہت خونریزی کی۔ جب بعض صحابہ نے اعتراض کیا تو فرمانے لگے۔ میرا جوش اور غصہ صرف ٹوپی کے لئے نہ تھا بلکہ اس میں محبوب کریم ﷺ کے بال مبارک تھے جن کی برکت سے مجھے محروم ہونا منظور نہ تھا اور نہ کافروں کے ہاتھ میں ایسی مبارک چیز دینے کو دل گوارا کرتا تھا۔

☆ رحمت دو جہاں ﷺ منبر شریف کے جس حصہ پر تشریف رکھتے تھے اس حصہ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنا ہاتھ رکھتے اور پھر اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مدینہ منورہ میں کسی سواری پر سوار نہیں ہوتا ہوں کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ جس دھرتی میں جناب رسول ﷺ ہیں اس کو میں جانوروں کے پاؤں سے روندوں۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جو شخص مدینہ منورہ کی پاک و مقدس سرزمین کو ردی اور ناقص قرار دے اسے تیس کوڑے مارے جائیں اور اسے جیل میں ڈال دیا جائے۔

☆ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے صاحبزادے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کرتے تو جس راستے سے شان خوباں ﷺ نے سفر کیا تھا' اسی راستے پر چلتے اور جہاں جہاں محبوب کریم ﷺ نے پڑاؤ فرمایا رات گزاری' وہیں پڑاؤ کرتے تھے اور رات گزارتے اور جس جس جگہ محبوب کریم ﷺ نے نماز ادا فرمائی اسی جگہ کو متعین کرنے میں مبالغہ اور کاوش سے کام لیتے۔ اس کی حدود متعین کرتے۔ سڑک سے اس کی دوری بتاتے۔ کسی درخت سے اس کا فاصلہ بتاتے۔ کسی ٹیلے سے اس جگہ کا قرب یا بعد بیان فرماتے۔ یہ سب کچھ محبت و عشق کی علامات ہیں۔

☆ غزوہ خیبر میں ایک قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ ایک دن حاکم کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کل میں پرچم اس مرد کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک اس سعادت کے حصول کا خواہش مند تھا۔ جب صبح ہوئی مالک دو جہاں ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آشوب ہیں۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔ اسے بلاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں درست ہو گئیں۔ گویا کبھی دکھی ہی نہیں تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو جھنڈا دیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر فتح نصیب فرمائی۔ اس کے بعد پھر کبھی ان کی آنکھیں نہیں دکھیں۔

☆ حضرت محمد بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کرتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے بتایا کہ میں نے ارض حبشہ میں تجھے جنا۔ بعد میں تجھے لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئی۔ ابھی

مدینہ پاک ﷺ میں ایک دو دن کا سفر باقی تھا کہ ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور میں کھانا پکانے لگی۔ لکڑیاں جلد ہی ختم ہو گئیں۔ میں لکڑیاں تلاش کرنے گئی۔ میرے جانے کے بعد تو نے ہانڈی پکڑی اور وہ تیرے ہاتھوں پر الٹ گئی۔ میرے ہاتھ جلنے سے زخمی ہو گئے۔ میں جب مدینہ منورہ پہنچی تو دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ محمد بن خطاب ہے۔ آپ ﷺ کے نام پاک پر اس کا نام رکھا ہے اور مدینہ آتے ہوئے حادثہ کا شکار ہو گیا ہے۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے میرے جلے ہوئے ہاتھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ ہاتھوں کو مس کیا اور مزید لعاب مبارک ملا اور دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر میں ان کا ہاتھ بالکل درست ہو گیا۔

☆ حضرت خبیب ابن فدیک رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ایک عجیب حادثہ میں بالکل سفید ہو گئی تھیں۔ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کو لے کر رحمت دو جہاں ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے وجہ دریافت کی۔ انہوں نے اپنا قصہ تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا۔ محبوب دو جہاں ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک ڈالا اس کی برکت سے وہ دیکھنے لگا۔ ان کے صاحبزادے بیان کرتے تھے کہ والد صاحب ۸۰ سال کی عمر میں بھی سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے۔

محبت اور آثار مقدسہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی اپنے ساتھ قرب و تعلق کی بنا پر وہ عظمت بیان کی کہ محبوب کریم ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ ارشاد فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم ''بے شک جن لوگوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی انہوں نے اللہ پاک سے بیعت کی اللہ پاک کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے'' (سورۃ الفتح ۱۰)۔

ناسمجھ لوگوں نے اس آیت کا مفہوم غلط سمجھا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا الزام لگایا لیکن اہل علم صاحب رفیق باتوفیق نے اس آیت سے نسبت کا درس حاصل کیا کہ منسوب الیہ جتنی اعلیٰ وارفع ہو گی اس کی طرف منسوب شئے بھی بڑی عظمت و شان والی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار آثار مقدسہ کا ذکر فرمایا ہے اور ان کی فضیلت و اہمیت کی طرف بھی توجہ دلائی ہے ان آثار میں کچھ تو انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف منسوب ہیں اور کچھ اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم کی طرف۔

اللہ قادر و کریم نے ان آثار مقدسہ کا نہ صرف ذکر کیا بلکہ ان کے فیوض و برکات بھی بتا دیئے۔ جان کائنات ﷺ نے مسلمین کے آثار سے تبرک حاصل کر کے عملی طور پر حصول برکت کا درس دیا اور آثار کی اہمیت میں اضافہ کیا۔ علاوہ ازیں محبوب کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا خطاب دیا گیا اور راحت جان ﷺ کے آثار و تبرکات کی اتنی ہی تعظیم کیا کرتے تھے جتنی کہ محبوب کریم ﷺ کی تعظیم کرتے تھے۔ مثلاً محبوب کریم ﷺ کا لعاب مبارک حاصل کرنے کی کوشش کرتے جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو وضو کا متبرک پانی حاصل کرنے کے لئے ایسا معلوم ہوتا کہ لڑ پڑیں گے۔ اب سب

باتوں کے باوجود بہت لوگ رحمت دو جہاں ﷺ آپ کے آثار مبارک و اہل بیت اور آپ ﷺ کے وارث علماء اور اولیاء سے حصول برکت کی حقیقت سمجھنے میں سخت غلطی کرتے ہیں اور تبرکات سے فیض حاصل کرنے والوں پر شرک و گمراہی کے فتوے بھی لگا دیتے ہیں۔ موجودہ دور میں آثار نبوی ﷺ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں یہ لوگ اس حد تک کامیاب ہو چکے ہیں کہ ۳۱ جولائی ۲۰۰۲ کو نعلین مبارک چوری ہوئے مگر مسلمانوں کی طرف سے کوئی خاص احتجاج نظر نہیں آیا۔ چند مظاہرے ہوئے لیکن پھر خاموشی چھا گئی۔ حکومت و پولیس اور محکمہ اوقاف کچھ نہ کر سکے۔ جبکہ ۱۹۸۵ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ کی وجوہات میں سے سب سے اہم وجہ سری نگر حضرت بل سے موئے مبارک کا غائب ہونا تھا۔ موئے مبارک کی چوری نے کشمیری مسلمانوں میں اشتعال پیدا کیا اور ایک تحریک بھارتی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی جس نے بالآخر برصغیر کو جنگ کے کنارے تک پہنچا دیا۔

مسلمانوں کو دنیا بھر میں نبی کریم ﷺ کی ذات اور آپ کی طرف منسوب اشیاء سے عشق کی حد تک لگاؤ رہا ہے۔ صرف نعلین مبارک کے فیوض و برکات پر درجنوں کتب موجود ہیں جنہیں لکھنے والوں میں محدث علامہ ابوالربیع سلیمان بن سالم کلاعی، قاضی شمس الدین حنیف اللہ رشیدی، شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی، سید محمد موسیٰ، حسین مالکی اور دیگر بہت سارے نام شامل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود قد ینکر العین ضوء الشمس من رمد کی مثل ایک گروہ باقاعدہ آثار مقدسہ کی فضیلت و اہمیت کا انکار کرتا ہے۔ چونکہ آج کل یہ آشوب چشم عام پھیلی ہوئی ہے اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ آثار مقدسہ کی فضیلت و اہمیت کو قرآن و حدیث سے اور اعمال صحابہ و سلف صالحین کی روشنی میں مزید اجاگر کیا جائے تاکہ تریاق کا کام دے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔ تمہارے فقراء ہی کی دعا اور ان کے اخلاص و نیکی کے سبب تمہیں رزق و نصرت سے نوازا جاتا ہے اور کبھی کبھی کفار و فجار سے بھی عذاب ٹال دیا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان رہنے والے اہل ایمان جو اس عذاب کے مستحق نہیں ہیں وہ اس کا شکار نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبرکا وھدی للعلمین فیہ ایات بینت مقام ابرھیم ''بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور سارے جہان کا راہنما، ان میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ'' (سورۃ آل عمران ۹۶)۔ یہود نے کہا تھا کہ ہمارا قبلہ یعنی بیت المقدس کعبہ سے افضل ہے اور کعبہ سے پرانا ہے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور کعبہ معظمہ کو بیت المقدس سے افضل قرار دیا اس فضیلت کے ثبوت کے لئے آثار مقدسہ کا ذکر کیا۔ اس میں بہت سی متبرک چیزیں ہیں۔ صفا و مروہ ہے، حجر اسود، رکن یمانی، عرفات اور منیٰ وغیرہ ہیں۔ خاص کر مقام ابراہیم ہے۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ تعمیر کیا۔ ان کے قدم پاک کا نشان اس میں بن گیا۔

تفسیر کبیر "مفاتیح الغیب" میں اس مذکورہ آیت کی تفسیر کے تحت ارشاد فرمایا گیا۔ کعبہ معظمہ کی دوسری فضیلت مقام ابراہیم ہے، یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ابراہیم (علیہ السلام) کے قدم کے نیچے آیا، نرمٹی کی طرح نرم ہوگیا۔ یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام کا قدم مبارک اس میں دھنس گیا اور یہ خاص قدرت الٰہیہ ہے اور صرف انبیاء علیہ السلام سے ظاہر ہونے والا معجزہ ہے۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام نے قدم مبارک اس پتھر سے اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کر دی کہ وہ نشان قدم محفوظ ہوگیا۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے باقی رکھا۔ یہ عجیب اور حیرت انگیز معجزے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے۔

☆ بنی اسرائیل کے نبی شمویل علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ سلطنت "طالوت" کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے چھوڑے ہوئے آثار ہیں، فرشتے اسے اٹھا کر لائیں، بے شک اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ یہ تابوت "شمشاد" کی لکڑی کا ایک صندوق تھا۔ تین ہاتھ لمبا دو ہاتھ چوڑا اس میں موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے آثار تھے۔ ان آثار مقدسہ کی اہمیت کو جاننے کے لئے اس آیت مبارکہ کا پس منظر جاننا ضروری ہے۔ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت شمویل علیہم السلام کے زمانہ کا ہے۔ جب بنی اسرائیل حد سے زیادہ نافرمانیاں کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جالوت بادشاہ کو مسلط کر دیا جیسے فرعون کو مسلط کیا گیا تھا۔ جالوت بادشاہ قوم عمالقہ کا بڑا ظالم حکمران تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کے شاہی خاندان کے چار سو چالیس آدمی گرفتار کر لئے اور بنی اسرائیل کو دربدر کر دیا۔ بنی اسرائیل حضرت شمویل علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر فرما دیجئے ہم جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت شمویل خود بادشاہ نہیں بن سکتے تھے کیونکہ اس وقت نبوت اور سلطنت کا اجتماع نہیں تھا۔

حضرت شمویل علیہ السلام کو حکم آیا کہ جس کا قد آپ کے عصا کے برابر ہے وہ بادشاہ ہے۔ آپ کے عصا کے برابر طالوت ہی کا قد تھا۔ طالوت، حضرت بنیامین ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ دراز قد تھے اس لئے طالوت کہلاتے تھے۔ آپ کے پاس وسیع علم تھا جسمانی لحاظ سے بھی طاقتور تھے لیکن معاشی حالات ٹھیک نہ تھے۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا بادشاہ طالوت ہے تمام بنی اسرائیل حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ وہ بادشاہ کیسے ہوسکتا ہے وہ غریب ہے ہم مالدار ہیں ہم بادشاہی کے زیادہ مستحق ہیں۔ حضرت شمویل علیہ السلام فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے منتخب فرمایا ہے اور اللہ جسے چاہے اپنا ملک عطا کرے اور فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی وہ تابوت ہے جس میں آثار مقدسہ ہیں۔ جب وہ تابوت ان کے پاس تھا اسے وہ جنگوں میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اسی کی برکت سے انہیں فتح و کامیابی نصیب ہوتی تھی وہ اسی تابوت کو سامنے رکھ کر دعا مانگتے تو قبول ہو جاتی تھی۔ جب انہوں نے اس

تابوت کی بے حرمتی کی اس کی برکت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ آثار مقدسہ کے بارے میں حدیث پاک نقل ہے۔

یعنی محبوب کریم ﷺ نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا پھر ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر وہ سب بال انہیں عطا فرما دیئے پھر بائیں جانب کے بالوں کا کاٹنے کا حکم فرمایا اور وہ بھی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیئے اور فرمایا اسے لوگوں میں تقسیم کردو۔ سبحان اللہ رؤف الرحیم ہستی جانتی ہے کہ موئے مقدسہ میں کتنی عظمت اور برکتیں پوشیدہ ہیں کیونکہ ان کا تعلق اللہ کے محبوب و مقرب بندے سے ہے اور جو فوائد ان آثار مقدسہ میں ہیں ابھی تک لوگ ان سے ناواقف ہیں جب ان کی تعظیم کریں گے۔ ان کی حفاظت کریں گے تو اللہ کے رحمتوں کے مشاہدے اپنی آنکھوں سے کریں گے۔

نعلین پاک اور تبرکات و آثار مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و اہمیت

انبیاء کرام علیہم السلام' اولیاء عظام رحمتہ اللہ علیہم اور شہداء کرام علیہم الرحمتہ نے اسلام علمائے امت و محدثین مفسرین' فقہا و سیرت نگار اور عوام اہل السلام سبھی اللہ کے گروپ اور اس کے ممبر ہیں۔ مراتب و مدارج میں فرق ہے مگر حزب اللہ کے ممبر ہونے میں سبھی شامل ہیں۔ ان کے مقابلہ میں باطل پرست ہیں۔ وہ بھی باطل کے مختلف مدارج کے حامل ہیں مگر حزب اللہ کے مقابل و متصادم ہونے میں سبھی برابر ہیں۔

اللہ کا گروپ

ومن یتول اللہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے دوستی رکھے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے'' (سورۃ مائدہ ۵۶)۔ سورۃ مجادلہ آیت ۲۲ میں ہے کہ ''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ وہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی' اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں' یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی''۔ اولئک حزب اللہ الآ ان حزب اللہ ھم المفلحون ''یہ اللہ کی جماعت ہے سن لو کہ اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے''۔ اس کے مقابلہ میں اللہ کے باغی اور شیطان کے پیروکاروں کا گروہ ہے۔

شیطانی گروپ

استحوذ علیھم الشیطان فانسٰھم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطان الآ ان حزب الشیطان ھم الخسرون ''ان پر شیطان غالب آ گیا' تو انہیں اللہ کی یاد (ذکر) بھلا دی۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں' سن لو کہ شیطان ہی کا گروہ نقصان میں ہے'' (سورۃ المجادلہ ۵۸:۱۹)۔ ایک اور جگہ پر اسی

گروپ کے بارے میں فرمایا۔ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا انما یدعوا حزبہ لیکونوا من اصحب السعیر ''بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ تو اپنے گروہ کو اسی لئے بلاتا ہے کہ وہ دوزخیوں میں ہوں'' (سورۃ فاطر ۶:۳۵)۔

عقل سلیم اور مذکورہ بالا آیات سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آ گئی کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔اللہ کا گروپ یعنی اس کے فرمانبردار بندے اور شیطانی گروہ یعنی اللہ کے نافرمان۔ پہلے گروپ کے مقدر میں کامیابی و کامرانی ہے یہاں بھی اور وہاں بھی۔دوسرے کے مقدر میں نامرادی یہاں بھی وہاں بھی۔اللہ والوں کے مقدر سے سرفرازیاں و عزتیں اور شیطانی گروہ سے نامرادیاں اور ذلتیں ہمیشہ کے لئے باوستہ کر دی گئیں۔ایک قدم آگے بڑھائیے جس جگہ' جس وقت اور جس شخصیت اور جس چیز کو اللہ والوں سے نسبت ہو گئی وہ جگہ وہ وقت وہ شخصیت اور وہ چیز بھی بابرکت' باعظمت و معزز ہو گئی۔جیسے لیلۃ القدر و ماہ رمضان' ماہ محرم' ماہ ربیع الاول' خانہ کعبہ' حرم مکہ' حرم مدینہ' روضہ اقدس' مسجد نبوی' کوہ طور' مسجد اقصیٰ' بیت المقدس' عرش' بیت المعمور' روز جمعہ و پیر' عیدین' ایام حج' اشہر حرم' یوم عاشور وغیرہ اور جس جگہ' جس وقت' جس شخصیت یا گروہ اور جس چیز کو شیطان اور شیطانی گروہ سے نسبت ہو گی وہ جگہ' وقت' شخصیت' گروہ خدا و خلق کی نظر میں مغضوب و معتوب ٹھہرے گا۔جیسے طلوع غروب اور استواء کا وقت جس میں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سجدہ کرنے سے بھی منع کر دیا گیا کہ اس سے اللہ کے مخالف گروپ مشرکین سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔زمین ساری اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ساری کائنات اسی کی مخلوق و مملوک ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض خطے مجرموں سے منسوب ہو کر کیسے منحوس ہو گئے۔

مدینہ منورہ سے شام کی طرف جائیں تو راستے میں وادی القریٰ پڑتی ہے۔غزوہ تبوک کے سفر میں محبوب کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہاں سے گزر ہوا ایک منزل کا نام ''حجر'' ہے۔حاکم کائنات ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا پانی پینے اور مویشیوں کو پلانے سے منع فرمادیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی قد عجنا منہا و استقینا ''ہم نے اس پانی سے آٹے گوندھے اور پانی پی پلا لیا ہے''۔حاکم کائنات ﷺ نے گوندھا ہوا آٹا پھینکنے اور برتنوں میں بھرا ہوا پانی بہانے کا حکم دیا (بخاری ص ۴۷۸ ۹ ج ۱)۔دوسری روایت میں ہے جب محبوب کبریاء ﷺ مقام حجر سے گزرے فرمایا۔

لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسهم الا ان تکونوا باکین ان یصیبکم مثل ما اصابهم لم تقنع بردآله وهو علی الرجل ''ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہونا جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا مگر روتے ہوئے کہیں تمہیں بھی ان جیسا عذاب نہ پہنچے۔پھر آپ نے سواری کے اوپر سر مبارک چادر میں ڈھانپ لیا'' (بخاری ص ۶۳۷ ج ۲)۔واسرع السهو حتی جار الوادی ''تیزی سے چلتے ہوئے اس وادی (القریٰ) سے گزرے'' (ایضا)۔یہ بھی فرمایا لا تدخلوا علی هولاء المصلهین ''ان لوگوں کی جگہ قدم بھی مت رکھو جنہیں عذاب ہوا ہے'' (ایضا)۔یہ قوم ثمود تھی جس کی

طرف صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ میدان عرفات میں ۹ ذی الحجہ کو احرام کی حالت میں حاضری سے حج ہوتا ہے۔ یہ حج کا بڑا رکن ہے مگر اسی میں بطن عرنہ ہے جہاں جانے سے منع فرمادیا۔ مزدلفہ میں حاجی رات بھر قیام کر کے عبادات وذکر ودعا میں مصروف رہتے ہیں مگر یہاں بھی ایک جگہ ہے وادی محسر جہاں جانے سے منع فرمادیا۔ حاکم کائنات ﷺ فرماتے ہیں ۔کل عرفة موقف وازتفعوا عن بطن عرفة وكل المزولفة موقف الا وارتفعوا عن بطن محسر و كل منى منحر الا ماوراء العقبه ''تمام میدان عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے مگر بطن عرفہ سے دور رہو۔ تمام مزدلفہ ٹھہرنے کے لائق ہے مگر وادی محسر سے الگ رہنا۔ تمام منیٰ قربانی کی جگہ ہے مگر گھاٹی کا پچھلا حصہ الگ ہے'' (ابن ماجہ' ابن حبان' ترمذی' طبرانی وفتح القدیر شرح ہدایہ ص ۳۷۳ ج ۲)۔ قرآن وحدیث سے معلوم ہوا کہ اچھے لوگوں سے منسوب ہو کر زمان ومکان عزت وعظمت پاتے ہیں اور برے لوگوں سے منسوب ہونے والی ہر چیز منحوس ومغضوب ہے۔

صالح علیہ السلام کی اونٹنی

حضرت صالح علیہ السلام کے معجزہ سے پیدا ہونے والی پتھر سے نکلنے والی اونٹنی ۔ناقة الله ''اللہ کی اونٹنی'' کہلائی اور فرمایا کہ ناقة اللـه وسقيها ''اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کا خیال رکھنا'' (سورۃ الشمس ۹۱:۱۳)۔

تابوت سکینہ

وقال لهم فيهم ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك ال موسى وال هرون تحمله الملئكة ان فى ذلك لاية لكم ان كنتم مؤمنين ''ان (بنی اسرائیل) سے ان کے نبی (شمویل علیہ السلام) نے فرمایا اس (طالوت) کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا سکون ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں موسیٰ علیہ السلام کے خاندان کی اور ہارون علیہ السلام کے خاندان کی' ترکہ کی اٹھالائیں گے اسے فرشتے۔ بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو'' (سورۃ البقرہ ۲:۲۴۸)۔

تابوت سکینہ کیا تھا

یہ صندوق اللہ کریم نے آدم علیہ السلام پر اتارا پھر وہاں سے یعقوب علیہ السلام تک۔ یہ بنی اسرائیل کے پاس رہا جن سے لڑتے اس کے وسیلہ سے غالب آتے یہاں تک کہ نافرمانی میں مبتلا ہوئے۔ تو بنی عمالقہ (جالوت اور اس کے ساتھی) ان پر غالب آگئے اور ان سے تابوت چھین لیا۔ اس صندوق میں موسیٰ علیہ السلام کا عصا' ہارون علیہ السلام کا عصا' پتھر کی وہ تختیاں جن پر تورات لکھی تھی اور موسیٰ علیہ السلام نے غصہ میں جن کو پھینک دیا اور وہ ٹوٹی پھوٹی تھیں' دونوں بزرگوں کا لباس' من کے دو بورے سونے کے'

طشت میں دونوں بزرگوں کے عمامے بعض نے کہا عصا اور نعلین" (قرطبی ص ۱۶۳ ج ۳ طبع بیروت)۔

اس صندوق میں تمام نبیوں کی تصویریں تھیں۔ اس صندوق کی لمبائی تین ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ' یہ شمشاد کی لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ اللہ کریم نے آدم علیہ السلام پر اتارا تھا۔ بنی اسرائیل کے لوگ اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بگڑ گئے۔ پھر اس کی بے ادبی کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھا لیا۔ نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی عمالقہ کافروں کو ان پر مسلط کر دیا۔ انہوں نے یہ صندوق ان سے چھین کر اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے طالوت کو حاکم بنانا چاہا تو بنی عمالقہ پر بلائیں نازل کیں۔ ہر بے ادب بواسیر جیسے مرض میں مبتلا ہوا۔ ان کی پانچ بستیاں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ پھر ان کو پتہ چلا کہ یہ سب کچھ صندوق سکینہ کی بے ادبی کی وجہ سے ہے۔ پھر انہوں نے اسے گندگی سے نکالا اور دو بیلوں پر رکھ کر چھوڑ دیا۔ دونوں اسے لے کر چلے۔ اللہ کریم نے چار فرشتے مقرر فرما دیئے جو ان کو ہانک کر حضرت طالوت علیہ السلام کے پاس لے آئے (روح المعانی علامہ آلوسی ص ۱۶۸ ج ۲ طبع ملتان۔ امام رازی تفسیر کبیر ص ۱۸۸ ج ا طبع ایران)۔

امام قرطبی تابوت سکینہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ والصحیح ان التابوت کانت فیہ اشیاء فاضلۃ من بقایا الانبیاء والاثارھم فکانت النفوس تسکین الی ذلك وتانس بہ وتقوی "صحیح بات یہ ہے کہ اس صندوق میں فضیلت والی چیزیں تھیں۔ انبیائے کرام علیہ السلام کی چھوڑی ہوئی چیزیں اور نشانیاں جن سے دلوں کو سکون ملتا تھا۔ ان سے انس و محبت پیدا ہوتی اور اس سے روحانی قوت ملتی" (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۱۶۲ ج ۳ طبع بیروت)۔ مزید فرماتے ہیں کہ صندوق سکینہ میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی لاٹھی (عصا)' پتھر کی جن سلوں پر تورات لکھی ہوئی تھی اور جن کو غصہ میں موسیٰ علیہ السلام نے پھینک کر توڑ دیا تھا ان کے ٹکڑے دونوں بھائیوں کا لباس' ایک تو ڑا من جو سونے کے طشت میں تھا' ہارون علیہ السلام کا عمامہ بعض علماء نے فرمایا عصا اور نعلین" (تفسیر قرطبی ص ۱۶۳ ج ۳)۔

قمیص یوسف علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کی جدائی میں رو رو کر نابینا ہو گئے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا۔ اذھبوا بقمیص ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا "میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو' ان کی آنکھیں کھل جائیں گی" (سورۃ یوسف ۱۲:۹۲)۔ چنانچہ خوشخبری سنانے والے نے وہ کرتا آپ کے چہرہ اقدس پر ڈال دیا اور تد بصیرا۔ اسی وقت آپ کی آنکھوں میں بینائی لوٹ آئی۔ سبحان اللہ نبی کی قمیص کتنی بابرکت ہے کہ آنکھوں کی بینائی واپس لائی ہے۔ یہ قمیص نبی کے جسم سے لگ کر سراپا شفا بن گئی۔

خلاصہ:۔ قرآن کریم سے واضح ہوا کہ جن اشیاء کو اللہ کے نبیوں اور ولیوں اور دین سے نسبت ہو جائے

وہ عام چیزیں نہیں رہتیں بلکہ بابرکت اور تبرکات مقدسہ ہو جاتی ہیں۔ عام کاغذ کو اتنی اہمیت نہیں مگر جب اس پر اللہ ورسول ﷺ کے نام یا کلام لکھ دیا جائے تو قابل صد تعظیم احترام ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم میں قربانی کے جانوروں اور مکہ مکرمہ کی دو پہاڑیوں صفاء ومروہ کو اللہ کی خاص نشانیاں بتایا (سورۃ البقرہ ۲: ۱۵۸، الحج ۲۲: ۳۶) جانور (بدن) اس لئے کہ اللہ کے نام پر قربان ہوئے اور صفاء و مروہ اس لئے کہ نبی اس کی بیوی اور دوسرے نبی کی ماں کے قدموں سے لگ گئیں اور نبی الانبیاء ﷺ کے قدم اس پر پڑ گئے۔ جب یہ حقیقت ثابت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیاروں سے منسوب ہونے والی چیزیں اللہ کی خاص نشانیاں (شعائر اللہ) کہلاتی اور بابرکت ہو جاتی ہیں۔ ان کا تعمیر کردہ دینی مرکز اللہ کا گھر (بیت اللہ)، ان سے منسوب اونٹنی ناقۃ اللہ، ان سے منسوب پہاڑیاں اور جانور شعائر اللہ اور پھر قرآن نے واضح کیا کہ شعائر اللہ کی تعظیم وتکریم ہر مسلمان پر فرض ہے اور یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔ من یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب ''اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے'' (سورۃ الحج ۲۲: ۳۲)۔ تو ان کی حفاظت و تعظیم ہر مسلمان پر فرض ہو گی۔

محبوب کریم ﷺ کا جبہ مبارک

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ایک طیالسی وکسراوانی جبہ نکالا جس کے گریبان پر ریشمی پٹی تھی۔ جس کا گریبان دیبا کا تھا (جس کے دونوں کنارے دیبا سے سلے ہوئے تھے) فرمانے لگیں۔ یہ محبوب کریم ﷺ کا جبہ ہے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا۔ اسے محبوب کریم ﷺ پہنا کرتے تھے۔ فنحن نغسلها للمرضى ونستشفى بها ''ہم اسے دھو کر بیماروں کو پلاتے اور شفایاب ہوتے ہیں'' (مسلم)۔

رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ نے مجھے اپنے نعلین مبارک دے کر فرمایا۔ اذهب بنعلى هاتين ''میرے یہ دونوں نعلین (نورانی مقدس جوتے) لے جاؤ''۔ فمن لقيك من وراء هذا الحائط يشهد ان لا اله الا الله مستيقنا بها قلبه فبشره بالجنة ''سو جو کوئی تمہیں اس باغ کی اس طرف (باہر) ملے اور اللہ کی توحید کی گواہی دلی یقین سے دیتا ہوا سے جنت کی خوشخبری سنا دو'' (مشکوٰۃ ص ۱۵ بحوالہ مسلم)۔

قابل غور یہ بات ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے پکے کلمہ گو کو جنت کی خوشخبری سنانے اور عام لوگوں میں اس کا اعلان کرنے کے لئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا یہاں تک بات سمجھ میں آتی ہے مگر اپنے نعلین مبارک ساتھ بھیجنے کی کیا حکمت ہو سکتی ہے؟ اس کی توجیہہ صرف یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والا کلمہ اسی کا معتبر ہے جو نبی کا ادب کرنے والا اور نبی کے نعلین کو اپنے سر کا تاج بنانے والا ہے۔ اگر ادب و تعظیم نہیں تو کلمہ ایمان کی نہیں منافقت کی علامت ہے۔

ماحصل

قرآن کریم میں پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے تبرکات کی اہمیت وافادیت بیان کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ محبوب کی امت مشکلات میں مایوس نہ ہو اس کے پاس محبوب کریم ﷺ کے تبرکات موجود ہیں۔ راحت جاں ﷺ کا لباس' آپ کے نعلین' آپ کے بال مبارک' پاؤں مبارک سے چھونے والے پتھر و بستر' بچھونا' ناخن' اسلحہ' عصاء' آپ کی مساجد' آپ کے روضۂ اقدس' پاکان امت کے مزارات اور دیگر آثار وتبرکات' حرمین شریفین کا چپہ چپہ و ذرہ ذرہ ان کا امین ہے۔ یہ تمام آثار وتبرکات ہماری عزت و غیرت' حمیت اور ایمان کے محافظ ہیں۔

دشمن کی دیرینہ سازشیں

نعلین مصطفیٰ ﷺ سے امت محبت و اطاعت و اتباع کی حرارت حاصل کرتی ہے۔ان کی عزت و عظمت پر سب کچھ نثار کر دیتی ہے۔ان تبرکات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آنے والے مسلم فاتحین کی فتوحات وابستہ ہیں۔ یہی صوفیاء کے تصوف اور علماء کے علم کی بنیاد ہے۔اسی سے حرارت لے کر ماضی میں باطل کے خس و خاشاک کو جلاتے رہے ہیں اور اسی سے حرکت لے کر حال و استقبال میں ظلم کے ایوانوں میں زلزلے برپا کرتے رہیں گے۔لہذا زمانہ کے فرعون' سامراجی طاغوت ان آثار وتبرکات کو مٹانے میں کوشاں ہے اور اپنے گماشتوں کے ذریعے امت کو اس طاقت و سعادت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد (ﷺ) اس کے بدن سے نکال دو

ابلیس اپنے فرزندوں کو پکار پکار کر اس ناپاک مشن کی طرف بلا رہا ہے۔دوسری طرف خداوند تعالیٰ ان آثار وبرکات کا ذکر قرآن کریم میں کرتا اور ان کو اپنے دین کے شعائر بتا کر ان کی عزت کرنے کا حکم دے رہا ہے ہر مسلمان کو سوچنا چاہئے کہ اسے کس طرف چلنا ہے۔شاہی مسجد لاہور سے نعلین مبارک کو غائب کرنا اور سری نگری کی درگاہ حضرت بل سے بال مبارک کا چوری ہونا دونوں کے پیچھے یہی شیطانی فکر کارفرما ہے۔ یہ ہمارے ایمان اور غیرت کا امتحان ہے اگر یہ نقصان ہم نے آسانی سے برداشت کر لئے اور نعلین شریفین کو شیطانی قوتوں سے بازیاب نہ کر سکے تو یہ اس امت کی بہت بڑی کوتاہی اور محرومی ہوگی اور اس منحوس دن کا انتظار کرنا ہوگا کہ دشمن ہمیں اپنے دین کے باقی شعائر سے بھی ایک ایک کر کے محروم کرتا جائے اور ہم تن بہ تقدیر قسمت کو روتے رہیں' بقول غالب۔

کریں گے کوہکن کے حوصلے کا امتحان آخر
ابھی اس خستہ کے نیروئے تن کی آزمائش ہے

ہمیں اللہ تعالیٰ وہ منحوس دن دیکھنا نصیب نہ کرے جب ہمارے سینے عشق غیور کی تپش سے ٹھنڈے پڑ

جائیں اور ہمارے دشمن ایک ایک کر کے ہمارے دینی شعائر سے ہمیں محروم کرتے چلے جائیں۔ یاد رکھیں! ہم اپنے نبی کے تبرکات کے امین ہیں۔ ہم اس امانت کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ یہ حفاظت ہمارا فرض ہے۔ اس کی ادائیگی میں جان بھی چلی جائے تو سعادت ہے۔ اگر طاغوتی قوتیں ہمارا امتحان لینا چاہتی ہیں تو یہ امت اس کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک ہر مسلمان کے سر کا تاج ہیں۔

یاد رکھیں! مسلمانو! کہ شاہی مسجد لاہور سے نعلین مبارک اور درگاہ حضرت بل سرینگر مقبوضہ کشمیر سے جو بال مبارک ابلیسی قوتوں نے چوری کئے یا کروائے ہیں وہ بال مبارک بھی اصل اور نعلین مبارک بھی اصل ہیں۔ جن کی زیارت کر کے لاکھوں مسلمان اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا' دلوں کو سرور اور ایمانوں کو تازہ کرتے تھے۔ افسوس کہ امت کو اس سعادت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ نعلین اور موئے مبارک چوری کرنے اور کروانے والوں نے خواہ کسی کے ہاتھوں ان نوادرات مقدسہ کو مال بنانے کے لئے بیچا ہے یا بدعقیدگی و بدنیتی کی بناء پر' ہر صورت میں امت کے دلوں کو زخمی کر دیا ہے۔ اگر حکومت وقت ذمہ داروں پر دباؤ ڈالتی اور غیر جانبدارانہ عدالتی و انتظامی تحقیقات کرواتی تو سازشی عناصر تک پہنچنا مشکل نہ تھا۔ افسوس کہ حاکم وقت نے اس کا پختہ اہتمام ابھی تک نہیں کیا۔ شاید خون خرابے کا انتظار ہے۔ بعض بدعقیدہ عناصر امت کی توجہ اصل مسئلہ سے ہٹانے کے لئے اس کی اہمیت کا انکار کر رہے ہیں کہ اس مسئلہ کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہئے۔ یہی شیطانی سوچ اس مذموم حرکت کی اصل محرک ہے۔ قرآن و حدیث کے دلائل آپ نے پڑھ لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انبیاء و صلحاء کے آثار و تبرکات کی کتنی اہمیت ہے۔ آخر میں چند حوالے مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے نقل کر دینا فائدہ و دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

مولانا اشرف علی تھانوی اور نعلین مصطفیٰ ﷺ

مولانا جناب دیوبند' جمعیت علمائے اسلام اور تبلیغی جماعت اور ان کی ذیلی شاخوں کے مسلم بزرگ ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی زبوں حالی اور بدعملی کا علاج بتایا۔ فرماتے ہیں۔ ''منجملہ ان وسائل مجربہ بزرگان دین نقشہ نعل مقدس حضور سرور عالم فخر آدم ﷺ نہایت قوی البرکت سریع الاثر پایا گیا ہے۔ اس لئے اسلامی خیرخواہی باعث اس کے ہوئی کی تمثال خیر النعال صلی اللہ علی صاحبہ فوق عدد الرمال حسب روایت امام زین الدین عراقی محدث مسلمانوں کی نذر کی جائے کہ اپنے پاس رکھ کر برکات حاصل کریں اور اس کے توسل سے اپنے حاجات و معروضات جناب باری تعالیٰ میں قبول کرائیں۔ اس نقشہ شریف کے آثار و خواص و فضائل کو کون شمار میں لاسکتا ہے۔ نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ۔

طریق توسل

بہتر ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کر کے تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے۔ اس کے بعد گیارہ بار درود شریف' گیارہ بار کلمہ طیبہ' گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو بادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تمام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی میں جس مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوں

ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں۔ الٰہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر بہ برکت اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما دیجئے۔ مگر خلاف شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے۔ پھر سر پر سے اٹھا کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو محبت کے ساتھ بوسہ دے۔ اشعار ذوق و شوق بغرض ازدیاد عشق بھی پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عجیب کیفیت پائے گا۔ نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ۔ (تحقیق ہذا و النعیم میں ۴۰۴ طبع کرائی گئی)۔

بعض آثار و خواص نقشہ نعل شریف

ابو جعفر کہتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کے لئے نقشہ بنوایا تھا۔ وہ میرے پاس ایک روز آ کر کہنے لگا میں نے شب گذشتہ میں اس کی عجیب برکت دیکھی کہ میری بی بی کے اتفاقاً ایسا سخت درد ہوا کہ قریب بہ ہلاکت ہوگئی۔ میں نے یہ نقشہ شریف درد کی جگہ رکھ کر عرض کیا کہ یاالٰہی مجھ کو صاحب نعل شریف کی برکت دکھلا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفاء عنایت فرمائی۔ قاسم بن محمد کا قول ہے کہ اس کی آزمائے ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس کو تبرکاً اپنے پاس رکھے ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبے سے شیطان سرکش سے و حاسد کی نظر بد سے امن و امان میں رہے اور اگر حاملہ عورت دردزہ کی شدت کے وقت اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے بفضلہٖ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو۔

شیخ ابن حبیب الٰہی روایت فرماتے ہیں کہ ان کے ایک دمل (پھوڑا) نکلا کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا، نہایت سخت درد ہوا۔ کسی طبیب کی سمجھ میں اس کی دوا نہ آئی۔ انہوں نے یہ نقش شریف درد کی جگہ رکھ لیا معاً ایسا سکون ہو گیا کہ گویا کبھی درد ہی نہ تھا۔ ایک اثر خود میرا (یعنی صاحب فتح المتعال کا) مشاہدہ کیا ہوا ہے کہ ایک بار سفر دریائے شور کا اتفاق ہوا ایک مرتبہ ایسی حالت ہوئی کہ سب ہلاکت کے قریب ہو گئے کسی کو بچنے کی امید نہ تھی۔ میں نے یہ نقشہ ناخدا کے پاس بھیج دیا کہ اس سے توسل کرے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے عافیت عطا فرمائی۔

محمد الجزری سے منقول ہے کہ جو شخص اس نقش شریف کو اپنے پاس رکھے، خلائق میں مقبول رہے اور پیغمبر صاحب ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہو اور یہ نقش شریف جس لشکر میں ہو اس کو شکست نہ ہو اور جس قافلے میں ہو لوٹ مار سے محفوظ رہے، جس اسباب میں ہو چوروں کا اس پر قابو نہ چلے، جس کشتی میں ہو غرق سے بچے اور جس حاجت میں اس سے توسل کریں پوری ہو۔ یہ تمام مضامین کتاب القول السدید فی ثبوت استبراک نعل سید الاحرار والعبید سے نقل کئے گئے ہیں اور کتاب الرجی بالقبول فی خدمۃ قدم الرسول میں علمائے محققین و صلحائے معتبرین سے بہت آثار و خواص و حکایات نقل کئے گئے ہیں۔

الامام ابوالخیر محمد بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضور ﷺ کے نعلین مبارکہ کے بارے میں یوں گویا ہوتے ہیں۔

یا طالباً تمثال نعل نبیہ
ھا قد وجدت الی اللقاء سبیلا

"اے اپنے نبی کے نعل کا نقش طلب کرنے والے! آگاہ ہو جا کہ تو نے ان کے ملنے کا راستہ پالیا"۔

فاجعلہ فوق الراس واخضعن لہ
وقفال فیہ واولہ التقبیلا

"پس رکھ اس کو سر پر اور خضوع کر اس کے لئے اور مبالغہ کر خضوع میں اور اس کو مسلسل بوسے دے"۔

من یدعی الحب الصحیح فانہ
یشبست علی ماید غیہ دلیلا

"جو شخص بھی محبت کا دعویٰ کرے اپنے دعوے پر دلیل قائم کرتا ہے"۔

سید محمد الحجازی الحسینی المالکی حضور ﷺ کے نعلین مبارکہ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ:۔

لما رائیت مثال نعل المصطفی
المسند الوضع الصحیح معرفا

"جب میں نے مصطفیٰ ﷺ کے نعل شریف کا نقشہ دیکھا' جس کی شکل و صورت سند صحیح سے بتلائی ہوئی ہے"۔

فمسحت وجھی بالمثال تبرکا
فشتیت من وقتی وکنت علی الشفاء

"تو میں نے وہ نقشہ برکت لینے کے لئے اپنے چہرے پر مل لیا' سو مجھ کو اسی وقت شفا ہو گئی حالانکہ میں ہلاکت کے قریب ہو گیا تھا"۔

وظفرت بالمطلوب من برکاتہ
ووجدت فیہ مااریدہ من الصفا

"اور میں اس کی برکتوں سے مطلوب کو پہنچ گیا اور میں نے اس میں جو صفائی چاہتا تھا پائی"۔

ضروری عرض

اس نقشہ شریف کو ادب و احتیاط سے رکھیں مگر ایسا غلو نہ کریں کہ خلاف شرع کوئی بات ہو جائے اور اس کو وسیلہ برکت و رحمت سمجھیں یہ نہیں کہ تمام احکام دین و اعمال خیر کو رخصت کر کے اس پر کفایت کریں (زاد السعید' مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی دارالاشاعت کراچی ص ۵۲)۔

محبوب کریم ﷺ کے نعلین شریفین کے نقش' تصویر اور فوٹو کا یہ مرتبہ و مقام ہے کہ بقول تھانوی صاحب دنیا و آخرت کی برکتیں اور رحمتیں اس کے وسیلہ سے ملتی ہیں۔ درد بیماری اور پریشانیاں اس کے وسیلہ سے

دور ہوتی ہیں۔ جب نقل میں یہ برکات وحسنات ہیں تو اصل نعلین مبارکین میں جو برکات وحسنات وسعادات ہیں ان کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے مذکور ہوا قرآن وسنت سے پہلے انبیاء کرام کے استعمال میں آنے والی اشیاء کا وہ اعزاز کہ تابوت سکینہ میں محفوظ اور فرشتے اٹھاتے پھریں اور مشکلات و مصائب میں ان سے توسل کریں۔ تو ان چیزوں کے اعزاز واکرام کا کیا کہنا جو سید الانبیاء ﷺ کے استعمال میں آئیں۔ کیا ان تبرکات کا مرتبہ ومقام تابوت سکینہ کے تبرکات کے مرتبہ ومقام سے کسی طرح کم ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ جس طرح جان رحمت ﷺ کی ذات بابرکات تمام مخلوق سے افضل واعلیٰ ہے اسی طرح آپ ﷺ سے منسوب تبرکات شریفہ بھی خواہ ملبوسات ہوں، نعلین مبارکین ہوں، ظروف ہوں، عصا مبارک ہو یا دیگر متعلقات ومستعملات مسلمان کے لئے سرمایہ ایمان ہیں۔

شاہی مسجد لاہور اور درگاہ حضرت بل سے گم ہونے والے نعلین شریفین اور بال مبارک، نقش یا فوٹو نہیں اصل ہیں۔ یہ سامراج کا پیدا کیا گیا شیطانی ٹولہ ہے جس کا کام ہی آثار نبوت کو غائب کرکے امت کو اپنے نبی سے دور کرنا ہے۔ حکومت آنی جانی ہے حکمرانوں کو بار بار سوچنا چاہئے کہ نعلین شریفین کے غائب کرنے والے ابلیسی ٹولے کو تحفظ دینے سے انہیں کیا فائدہ ہوگا؟ قیامت کی شرمندگی دنیا وآخرت کی شرمساری وپشیمانی اللہ ورسول ﷺ کی ناراضگی ان کے حصہ میں آئے گی۔ جو امت اپنے نبی کے آثار و تبرکات کی عزت وحفاظت نہیں کرسکتی اسے صفحہ ہستی پر زندہ رہنے کا حق نہیں۔ جب اللہ کا عذاب آتا ہے سیاسی مصلحتیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ مہلت کی گھڑی بہت مختصر ہے، حکومت اس مسئلہ کو معمولی نہ سمجھے یہ اللہ کے ہاں عظیم المیہ ہے اور

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں
عذاب سے پہلے در توبہ کھلا ہے

صفاء ومروہ

صفاء ومروہ دو پہاڑیاں ہی تو ہیں جیسے دوسرے پہاڑ اللہ کی مخلوق، یہ بھی اسی اللہ کی مخلوق ہیں مگر جب ان پہاڑیوں کو اللہ والوں ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام و بی بی ہاجرہ علیہا السلام سے نسبت ہوگئی، عشق ومحبت کی یادگار اور اللہ کے شعائر میں شامل ہوگئیں۔ قابل تعظیم وتکریم ہوگئیں، تقوی وخدا ترسی کی علامت بن گئیں۔

غلاف کعبہ

غلاف کعبہ نہ کبھی محبوب کریم ﷺ نے چڑھایا نہ خلفائے راشدین نے نہ قرآن وحدیث میں کہیں اس کا حکم جب پاکستان میں غلاف کعبہ تیار ہوا اور مولانا مودودی صاحب کی سربراہی میں مختلف شہروں میں اس کی نمائش اور جلوس نکالے گئے اور اس پر جب بعض لوگوں نے بدعت کے فتوے داغے اور اس پوری کاروائی کو گناہ قرار دیا تو مولانا نے فرمایا۔ یہ تو اس نسبت کا احترام ہے جو اسے اللہ کے گھر سے حاصل ہو

گی۔اس احترام کے لئے اللہ کی عظمت ومحبت کے سوا کوئی دوسرا محرک نہیں ہے۔کوئی اسے مذموم ٹھہرائے اور خواہ مخواہ شرک قرار دے تو یہ بھی زیادتی ہے (رسائل ومسائل ص ۱۳۶ ج ۴ طبع لاہور)۔

بدعت

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔واجب' مندوب' حرام' مکروہ اور مباح (رسائل ومسائل ص ۱۳۴ جلد ۴)۔شریعت کی اصطلاح میں جس بدعت کو ضلالت قرار دیا گیا ہے اس سے مراد وہ نیا کام ہے جس کے لئے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو' جو شریعت کے کسی قاعدے یا حکم سے متصادم ہو۔جس سے کوئی ایسا فائدہ حاصل کرنا یا کوئی ایسی مضرت رفع کرنا مقصود نہ ہو جس کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے جس کا نکالنے والا اسے خود اپنے اوپر یا دوسروں پر اس طرح لازم کرلے کہ اس کا احترام نہ کرنا گناہ اور کرنا فرض ہے۔یہ صورت اگر نہ ہو تو مجرد اس دلیل کی بناء پر کہ فلاں کام حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں ہوا' اسے بدعت بمعنی ضلالت نہیں کہا جاسکتا (رسائل ومسائل سید ابوالاعلیٰ مودودی ص ۱۳۳ ج ۴ طبع لاہور)۔

اتنی بڑی خیر میں اگر کہیں کوئی مشرکانہ یا مبتدعانہ بات ہوگئی تو وہ معترضین کی گرفت میں آگئی حالانکہ جہاں لاکھوں آدمی جمع ہوں وہاں کون اس امر کی ضمانت لے سکتا کہ کوئی فرد بھی کوئی غلط کام نہ کرے گا (رسال ومسائل ابوالاعلیٰ مودودی ص ۱۲۸ ج ۴)۔

یہ تو مکھی کا سا حال ہوا کہ ساری پاک چیزوں کو چھوڑ کر وہ صرف گندگی ہی کی تلاش کرتی ہے اور کہیں اس کی کوئی چھینٹ پڑ جائے تو اسی پر جا بیٹھتی ہے (۱۲۸ ج ۴ ایضاً)۔

اب اگر کہیں ان لاکھوں انسانوں کے مجمع میں کوئی غلاف کو یا غلاف لے جانے والی ٹرین کو چوم بیٹھا کسی نے ٹرین کے انجن کو انجن شریف کہہ دیا یا کارکنوں کو منع کرنے کے باوجود لوگوں نے ٹرین کے اندر پیسے پھینک دیئے یا ہجوم کی کثرت کے باعث عورتوں اور مردوں کو خلط ملط ہونے سے نہ روکا جاسکا تو بس یہی چند واقعات ہمارے دینداروں نے اعتراض جڑنے کے لئے چن لئے اور اس ساری خیر کو نظر انداز کر دیا جو اس کام میں غالب پائی جاتی تھی (رسائل ومسائل ص ۱۳۰ ج ۴' اسلامک پبلی کیشنز لاہور)۔

آخری بات

قرآن وحدیث کے بعد ان حضرات کے حوالوں کی چنداں ضرورت نہ تھی۔مگر ہم نے پھر بھی انہیں پیش کرنا مناسب سمجھا تا کہ نعلین شریفین اور باقی تبرکات کے مسئلہ کو فروعی' فرقہ وارانہ یا نزاعی مسئلہ قرار دے کر اس سے صرف نظر نہ کی جائے۔یہ نہ فروعی مسئلہ ہے نہ فرقہ وارانہ' نہ نزاعی' یہ تمام علمائے امت کے نزدیک شعائر اللہ اور ان کی تعظیم وحفاظت کا مسئلہ ہے۔اسے فروعی اور فرقہ وارانہ قرار دے کر متنازعہ فیہ نہ بنایا جائے۔حکومت اور انتظامیہ اس کا احساس کرے۔اگر کسی نے مسلمانوں کے دینی احساسات وجذبات کا خیال نہ کیا اور مسئلہ یونہی نظر انداز کیا جاتا رہا اور نعلین شریفین کی بازیابی کی سنجیدہ کوشش نہ کی اور ذمہ داران سے باز پرس' تحقیقات اور جرم ثابت ہونے پر قرار واقعی سزا نہ دی گئی تو امت پر فرض ہے کہ اپنے

نبی ﷺ کے آثار تبرکات کی حرمت کے لئے کمر بستہ ہو جائے اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک گمشدہ خزانہ بازیافت نہ ہو جائے۔

افسوس صد افسوس کہ برٹش میوزم لندن میں محفوظ آثار گم نہ ہوں حالانکہ کفار کے قبضہ میں ہیں اور لاہور کی مسجد سے گم ہو جائیں حالانکہ نام نہاد مسلمانوں کی حفاظت میں ہیں۔ حیرت ہے سائیکل سٹینڈ سے سائیکل چوری ہو جائے تو ٹھیکیدار ذمہ دار، جوتا چوری ہو جائے تو ٹھیکیدار ذمہ دار، گاڑی غائب ہو جائے تو محافظ ذمہ دار یہاں دن دیہاڑے نعلین مصطفیٰ ﷺ چوری ہوں اور ذمہ داری سے سبھی آزاد۔ نہ کوئی گرفتاری، نہ غیر جانبدارانہ اعلیٰ سطحی تحقیقات۔ آخر حکمرانوں نے عزت و ناموس رسالت ﷺ کو اتنا کم تر کیوں سمجھ لیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو ہدایت و غیرت عطا فرمائے۔

مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نعلین پاک سے اپنی محبت کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور ﷺ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

اور مولانا جامی نعلین پاک تو کجا نقشہ نعلین پاک سے عقیدت و محبت یوں بیان کرتے ہیں کہ۔

فدائے نقش نعلیت کنم جاں یارسول اللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آداب محبت

محترم قارئین کرام! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ براہ راست محبوب کریم ﷺ سے تربیت یافتہ تھے۔ لہذا وہ ہمیشہ اسی کوشش میں ہمہ تن مصروف عمل رہتے کہ وہ ایسے عمل کریں کہ جس کے باعث وہ دوزخ سے تو محفوظ رہیں مگر جنت الفردوس کے مستحق ہو جائیں۔ جہاں وہ اس محبوب حقیقی کے جمال لایزال کے مشاہدہ سے بہرہ ور ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ پاک باز اصحاب محبوب کریم ﷺ کے ارشاد پر یقین واثق اور عشق کامل رکھتے تھے۔

ویسے ہر کلمہ گو مسلمان اپنے آپ میں یہ خیال کرتا ہے کہ وہ جو کام کرتا ہے بالکل درست ہے اور خود کو بطور مسلمان نیکوکار ثابت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک بدکردار بھی اپنے آپ کو بحیثیت مسلمان نیک اور جنت کا مستحق ہی خیال کرتا ہے۔ ہمارے اور اس نفوس قدسیہ کے اعمال و افعال میں بھلا کیا نسبت ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ محبوب کریم ﷺ کے ساتھ کس درجہ کا عشق تھا اور ہم کو کتنا ہے۔ ہمیں تو حقیقت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلے کروڑواں درجہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی افضلیت کی گواہی خود محبوب کریم ﷺ نے دی ہے۔ دیلمی نے مسند فردوس میں ذکر کیا ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی دل بھی میرے اصحاب کے دلوں سے زیادہ پاکیزہ نہیں دیکھا۔ اس لئے ان کو میری صحابیت کے لئے پسند فرمایا۔ جو کچھ وہ اچھا سمجھیں وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جو برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے۔

یقیناً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قلوب مطہرہ میں جان کائنات ﷺ کی عزت وعظمت اور تعظیم تھی اور وہ رحمت دو جہاں ﷺ کے ادب کی رعائیت رکھتے تھے۔اس کے باوجود بھی اگر کسی سے تقاصائے بشریت یا سادگی سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جاتی جس میں محبوب کریم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کا شائبہ بھی ہوتا تو ساتھ ہی کلام الٰہی میں تنبیہ اور زجر وتوبیخ نازل ہو جاتی جس سے سب متنبہ اور ہوشیار ہو جاتے تھے۔یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ حیات نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں راحت جاں ﷺ کی تعظیم وتکریم اس قدر جاگزیں تھی کہ وہ مقدس لوگ محبوب کریم ﷺ کے روبرو بات بھی نہ کر سکتے تھے۔اگر ان میں کسی کو کوئی معاملہ دریافت بھی کرنا ہوتا تو وہ کئی کئی روز محبوب کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوتے مگر دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوتی اور خاموش بیٹھ کر چلے جاتے۔لیکن موقع کی تلاش میں رہتے کہ کوئی موقع ہاتھ آئے تو دریافت کر سکیں یا پھر وہ کسی بدوی (دیہاتی) کا انتظار کرتے کہ شاید وہ یہی معاملہ آکر رحمت کائنات ﷺ سے دریافت کرے اور وہ استفادہ کریں۔وجہ یہ تھی کہ کوئی بدوی جب محفل رسالت مآب ﷺ میں آتا تو بے دھڑک معاملہ دریافت کر ڈالتا کیونکہ وہ کسی اصول کے پابند نہیں تھے اور محبوب کریم ﷺ نے بھی ان پر کبھی سختی نہیں فرمائی تھی۔اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بدوی صحابی رضی اللہ عنہ کا انتظار کرتے تھے کیونکہ وہ تو رحمت دو جہاں ﷺ کی تعظیم و اجلال کے باعث خود دریافت کرنے کی جرأت اپنے اندر نہ پاتے تھے۔

روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب مجلس نبوی ﷺ میں آکر بیٹھتے تھے تو بالکل بے حس وحرکت اپنے اپنے سروں کو جھکائے بیٹھے رہتے اور کبھی نگاہ اٹھا کر بھی رحمت جاں ﷺ کی طرف نہ دیکھتے تھے۔تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آداب محبوب کریم ﷺ تو اس مختصر تحریر میں نہیں سما سکتے کیونکہ ادب ایک دلی کیفیت کا نام ہے۔جس سے مختلف اقسام کے آثار وافعال ظہور میں آتے ہیں۔ اس کو بیان کرنا خارج از مکان ہے مگر فقط چند آثار اور مقام درج کئے جاتے ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک روز محبوب کریم ﷺ قبیلہ بنی عمر بن عوف میں صلح کروانے کے لئے تشریف لے گئے۔نماز کا وقت جب ہوا تو مؤذن نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہی کہ کیا اقامت کہی جائے چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے اقامت کہی گئی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امامت فرمائی۔اسی عرصہ میں رحمت دو جہاں ﷺ بھی تشریف لے آئے اور صف میں قیام فرمایا۔نمازیوں نے جب یہ دیکھا کہ راحت جاں ﷺ صف میں تشریف فرما ہیں تو انہوں نے کھانس کر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مطلع کرنا چاہا۔اس غرض سے کہ اس طرح جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں گے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ دوران نماز آپ کسی جانب توجہ نہیں فرمایا

کرتے تھے۔ جب یکا یک متعدد نمازیوں کے کھانسنے کی آواز آپ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے کن انکھیوں سے دیکھا کہ کیا ماجرہ ہے یہ اچانک نمازیوں کو اس طرح کھانسنے کی ضرورت کیوں پیش آئی' آپ سمجھ چکے تھے کہ یہ کھانسی نہیں بلکہ اشارہ ہے۔ چنانچہ آپ نے کن انکھیوں سے دیکھا تو رحمت دو جہاں ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو یعنی نماز پڑھاتے رہو۔ لیکن جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے اور اس نوازش کریمانہ پر آقا ﷺ کا شکریہ ادا کیا کہ آپ ﷺ نے انہیں اقامت کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پیچھے ہٹے اور صف میں کھڑے ہو گئے۔ محبوب کریم ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ نماز جب مکمل ہو چکی تو رحمت کائنات ﷺ نے دریافت فرمایا۔ اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ)! جب میں خود تمہیں حکم دے چکا تھا کہ تو تمہیں اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابی قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ ان یصلی بین یدی رسول الله صلی الله علیهم وسلم ''رسول اللہ ﷺ کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے''۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اس وقت بھی اہل اسلام کو بخوبی معلوم تھا کہ آپ کو دربار نبوی ﷺ میں خصوصی مرتبہ اور درجہ حاصل ہے۔ اسی لئے انہوں نے آپ سے اجازت چاہی لیکن باقی کا واقعہ فقط اسی لئے پیش آیا کہ تا قیامت لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ خواہ کوئی غیر نبی کتنا ہی زیادہ پرہیز گار کیوں نہ ہو جائے اس کا مقام و مرتبہ محبوب کریم ﷺ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ ورنہ محبوب کریم ﷺ تھوڑی سی تاخیر بھی نہ فرماتے۔

مقام غور ہے حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بخوبی آگاہ تھے کہ محبوب کریم ﷺ کا حکم ماننا بھی عین عبادت ہے اور آپ ﷺ ان کو اپنی جگہ پر ہی رہنے کا حکم فرما چکے تھے مگر ان سے امتثال نہ ہو سکا حالانکہ سورۃ حشر کے پہلے رکوع میں ارشاد ربانی ہے وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنه فانتھوا ''اور جو حکم تمہیں رسول اللہ (ﷺ) دیں تو اس کو قبول کرو اور جس چیز سے منع فرما دیں تو اس سے باز رہو''۔ لیکن یہاں معاملہ دوسرا تھا۔ بھلا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ مالک کائنات ﷺ تو عقب میں کھڑے ہوں اور غلام ان کو نماز پڑھائے چنانچہ اس واقعہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس حرکت سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے پیچھے ہٹنا بھی تو ادب ہی کا حصہ تھا۔ کیونکہ اگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں پر کھڑے رہتے تو یہ بے ادبی ہو جاتی کہ ایک غلام نے مالک دو جہاں ﷺ کی امامت کی اور اسی وجہ سے آپ نے فوراً جگہ چھوڑ دی تا کہ محبوب کریم ﷺ امامت فرمائیں۔

☆ کنز العمال میں روایت ہے کہ قال ابن الاعرابی روی ان اعرابیا جاء الی ابی بکر فقال انت خلیفه رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا فما انت قال الخالفة بعده ''ایک اعرابی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کیا آپ محبوب کریم ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے پھر دریافت

کیا پھر آپ کیا ہیں۔آپ نے فرمایا کہ میں رسول ﷺ کے بعد خالفہ ہوں"۔

یہ الفاظ غلامانہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہیں جن کی خلافت راشد پر ہر مسلک متفق ہے۔لیکن چونکہ عربی زبان میں خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اس لئے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ خودکو آقائے نامدار کا جانشین بھی کہہ سکیں۔اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ خالفہ کیا ہے تو جناب جوہری نے صحاح میں رقم کیا ہے کہ خالفہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی گھر کے سب لوگوں میں ایسا ہو جوان کا خیر خواہ ہو اور چونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اس لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ادب نے اجازت نہ دی کہ اپنے آپ کو اس لفظ کا مصداق خیال کریں۔اس لئے اس کو ایسے لفظ سے بدلا کہ جس میں مادہ خلافت باقی رہے اور ادب بھی ہاتھوں سے جانے نہ پائے حالانکہ آپ کی خلافت احادیث صحیحہ سے بصراحت ثابت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر صحابی رسول خودکو محبوب کریم ﷺ کا خلیفہ کہنے میں متامل ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا کیا جائے کہ جو کمال فخر اور عالمانہ انداز میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ برابری اور بھائی پن کی نسبت اختیار کرتے ہیں۔فقیر کی سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ اس دعوٰی کا آخر مقصد کیا ہے۔اگر ان کو اپنی فضیلت ظاہر کرنا ہی مقصود ہے تو وہ خصوصیات حضور کہاں ہیں وہ خصوصیات جو نہ کسی نبی مرسل کو نصیب ہوئیں اور نہ ہی کسی مقرب فرشتہ کو حاصل ہوئیں۔

محبوب کریم ﷺ کو اپنے باپ سے افضل سمجھنا

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا یعنی ابھی تبلیغ اسلام کے ابتدائی ایام تھے۔انہی دنوں ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابی قحافہ نے حالت کفر میں محبوب کریم ﷺ کی شان اقدس میں ناشائستہ کلمات ادا کردیے۔اسی کے ساتھ ہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے والد پر اٹھ گیا اور آپ نے اپنے والد کے منہ پر ایک زنانے دار تھپڑ رسید کردیا۔یہ کوئی معمولی بات نہ تھی کہ دبی رہتی۔ایک نہایت شریف النفس شخصیت کا اپنے والد کے ساتھ یہ رویہ تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔جو شخص ہر ایک کے ساتھ نرم روئی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ بھلا اپنے باپ کے ساتھ یہ سلوک کیسے کرسکتا تھا۔لیکن یہ رویہ ان کو اختیار کرنا ہی پڑنا تھا کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی محبوب کریم ﷺ کو جانتے تھے چنانچہ ان کا ردعمل یقینی تھا۔

جلد ہی یہ واقعہ دربار رسالت مآب ﷺ میں پہنچ گیا کہ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے شریف النفس شخص نے اپنے والد کے منہ پر طمانچہ دے مارا۔پوچھا کہ یہ کیسی بے ادبی ہے۔اس پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس وقت تو میرے پاس تلوار نہ تھی ورنہ ایسی گستاخی پر اس کی گردن اڑا دیتا۔چنانچہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں آیت مبارکہ نازل ہوئی۔لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوا دون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانو اباء ھم

او لبناء هم او اخوانهم او عشیرتهم ، اولئك کتب فی قلوبهم الایمان و ایدهم بروح منه ، ویدخلهم جنت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها، رضی الله عنهم ورضوا عنه اولئك حزب الله ط الآ ان حزب الله هم المفلحون ''آپ نہ پائیں گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور آخرت پر کہ وہ ایسوں سے دوستی کریں جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول (ﷺ) کے۔ گو وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا اس کے بھائی ہوں یا ان کے خاندان کے ہوں۔ یہی ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی تائید کی اپنے فیضان غیبی سے اور ان کو داخل کرے گا جنت کے باغوں میں جن کے نیچے ہمیشہ نہریں بہتی ہیں۔ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ یہ اللہ کی سپاہ ہے۔ خبردار ہو جاؤ اللہ کے لشکری ہی فلاح پانے والے ہیں'' (سورۃ مجادلہ)۔ درج بالا آیت مبارکہ سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کیسی شان ہے اور یہ شان اقدس صرف اور صرف حب نبی کریم ﷺ ہی کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔

منبر رسول کریم ﷺ کی تعظیم

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلافت کے بعد جب پہلی مرتبہ منبر پر بیٹھنے لگے تو آپ نے اس درجہ کا انتخاب نہیں کیا جس پر جناب رسالت مآب ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے بلکہ آپ نے اس کے نچلے درجے کا انتخاب فرمایا مبادا بے ادبی نہ ہو جائے۔ رحمت دو جہاں ﷺ کے پاؤں مبارک جس جگہ ہوتے تھے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہاں بیٹھنا گوارا کیا کیونکہ یہی تو مقام ادب ہے۔ جبکہ حضرت سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو اس سے بھی نچلے درجہ پر بیٹھنا قبول کیا یعنی جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ درجہ قبول فرمایا جہاں پر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک ہوتے تھے۔

ثانی اثنین

سیدہ اسما بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ راحت جاں ﷺ مکہ میں ہم لوگوں کے پاس دن میں دو مرتبہ تشریف لایا کرتے تھے (صبح و شام) ایک روز آپ خلاف معمول بھری دوپہر میں تشریف لائے۔ میں نے کہا اے ابا جان رسول اللہ ﷺ بھری دوپہر میں تشریف لائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اس وقت کوئی ضروری کام ادھر لایا ہے۔ رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر کیا تمہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں بھی ساتھ چلوں گا یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی ساتھ چلو گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنہیں میں اتنے اتنے دنوں سے اسی کام کے انتظار میں چرا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بشرط قیمت اے ابوبکر۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ قیمت سے میرے ماں باپ آپ پر

قربان جائیں (اچھا) جیسے آپ ﷺ کی مرضی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں نے ان دونوں کے سفر کے لئے کھانا تیار کیا اور اپنا کمر بند توڑ کر میں نے اس سے اس ناشتہ کو باندھ دیا۔ یہ دونوں گھر سے نکلے اور جبل ثور کے غار میں ٹھہر گئے۔

غار کے دھانے پر پہنچ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان کائنات ﷺ سے عرض کیا کہ آپ باہر ٹھہریئے میں اندر دیکھ آؤں۔ غار کے اندر جا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صفائی کی اور کوئی بھی سوراخ معائنہ بغیر نہ چھوڑا۔ اس ڈر سے کہ کہیں کوئی زہریلا کیڑا رحمت دو جہاں ﷺ کو نقصان نہ پہنچادے اور ہر سوراخ میں اپنی انگلی ڈال کر دیکھا کہ اگر کوئی زہریلا کیڑا ہو بھی تو وہ محبوب کریم ﷺ کی بجائے آپ رضی اللہ عنہ کو نقصان پہنچادے۔

☆ اس سلسلہ میں ایک روایت بہت معروف ہے کہ غار میں موجود تمام سوراخوں میں جناب صدیق اکبر نے کپڑے ٹھونس دیئے مگر ایک سوراخ بچ گیا اور کپڑا ختم ہو گیا۔ چنانچہ اس سوراخ کے آگے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایڑھی رکھ دی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے جان رحمت ﷺ کو غار کے اندر بلا لیا۔ رات کو اس سوراخ میں سے دو مرتبہ ایک سانپ نے آپ کی ایڑھی پر ڈس لیا ہے۔ شدت تکلیف سے آپ رضی اللہ عنہ کی حالت متغیر ہو گئی مگر زبان سے اف تک نہ نکلی۔ فجر کے وقت جب محبوب کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے صدیق چلو نماز پڑھ لیں تو آپ سے کھڑا نہ ہوا گیا۔ ماجرا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کی ایڑھی پر سانپ کے ڈسنے سے زخم ہو گیا اور آپ شدید تکلیف میں ہیں۔ محبوب کریم ﷺ نے متاثرہ جگہ پر اپنا لعاب دہن مبارک لگایا تو فوری آرام آ گیا۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہاں ایک سانپ کئی سو برس سے میری زیارت کے لئے مقیم تھا اور جب اس کو موقع ملا تو تم نے وہاں ایڑھی رکھ دی۔ یہ تھی تعظیم کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر آقا کے آرام میں خلل نہیں آنے دیا۔

☆ بیہقی عن ابن سیرین میں درج ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپس میں بات چیت کی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی۔ جب یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "اللہ کی قسم! ایک رات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خاندان عمر سے بہتر ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک دن خاندان عمر سے بہتر ہے۔ محبوب کبریاء ﷺ رات میں غار کی طرف چلے اور آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کبھی آپ ﷺ کے آگے چلتے اور کبھی آپ ﷺ کے پیچھے۔ حضور ﷺ سمجھ گئے اور آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تمہیں کیا ہوا کہ کبھی آگے چلتے ہو اور کبھی پیچھے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! جب مجھے تلاش کرنے والوں کی آتی ہے تو میں آپ کے پیچھے چلنا شروع کر دیتا

ہوں اور جب مجھے گھات میں بیٹھنے والوں کا خیال آتا ہے تو آپ کے آگے چلنے لگتا ہوں۔ حاکم کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو تو میری بجائے تمہیں پہنچے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یہی بات ہے۔

جب یہ دونوں حضرات غار پر پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ذرا ٹھہریئے میں صفائی کرلوں۔ اندر داخل ہوئے، صفائی کی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اب تشریف لے چلئے تو آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ رات خاندان عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے (کنز العمال)۔

☆ اخرج ابراہ میں مرقوم ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم مجھ سے بیان کرو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ حاضرین مجلس نے عرض کی آپ ہیں اے امیر المومنین! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے جب کبھی کسی سے مقابلہ کیا تو اپنا حق پورا کیا۔ لیکن تم مجھ سے یہ بتاؤ کہ لوگوں میں زیادہ بہادر کون ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو تو علم نہیں آپ ہی فرمایئے کہ کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب غزوہ بدر ہوا تو ہم لوگوں نے محبوب کریم ﷺ کے لئے ایک جھونپڑا بنادیا اور ہم لوگوں نے کہا کہ محبوب کبریاء ﷺ کے ساتھ کون رہے گا ایسا نہ ہو کہ مشرکین میں سے کوئی آپ ﷺ کی طرف آئے پس اللہ کی قسم اس کام کے لئے آپ ﷺ کے قریب کوئی نہ آیا۔ سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ تلوار سونت کر آپ ﷺ کے سرہانے کھڑے ہو گئے تھے۔ جب کوئی مشرک آپ ﷺ کی طرف سے آنے کا قصد کرتا یہ اس کی طرف جھپٹ کر جاتے۔ یہ تمام لوگوں میں سے زیادہ بہادر تھے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بدر کا پورا واقعہ حاضرین کو سنایا۔

☆ ہجرت کی رات جب اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کو اطلاع دی کہ کفار مکہ آج کی رات شب خون مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور اپنے بستر پر سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو سلا دیا۔ رات کے اندھیرے میں دونوں مقدس ہستیاں جن میں ایک غلام تھا غار ثور کی طرف چل دیں۔ اس کا تذکرہ کلام اللہ شریف میں ثانی اثنین اذھما فی الغار کی صورت ہوا ہے۔

کفار مکہ جب دونوں بزرگ ہستیوں کو تلاش کرتے ہوئے مذکورہ غار تک پہنچے تو دونوں نے ان لوگوں کی آوازوں کو سنا۔ اس بات کے خوف سے کہ کہیں محبوب کریم ﷺ کو یہ مشرکین کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر خوف کا غلبہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کیفیت دیکھ کر رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لاتحزن ان اللہ معنا ''کہ تم کوئی خوف محسوس نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔ اسی

کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل و دماغ سے خوف دور ہو گیا۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کو یقین کامل تھا کہ محبوب کریم ﷺ کبھی وہ بات نہیں فرماتے جو ہونا نہیں ہوتی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

☆ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کی چھت پر ایک پرنالا تھا۔ ایک روز سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پاک وصاف کپڑے زیب تن کئے ہوئے مسجد نبوی کی جانب جا رہے تھے۔ جب اس پرنالے کے قریب پہنچے تو آپ پر اس پرنالے سے خون کے چھینٹے پڑے۔ ہوا یوں کہ اس روز حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر دو مرغ ذبح کئے گئے تھے جن کا خون بہہ رہا تھا۔ جب آپ کا گزر ادھر سے ہوا۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے کہ اس طرح عام مسلمانوں کے کپڑے بھی خراب ہوا کریں گے اس پرنالے کو اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور کپڑوں کو دھو کر ان پر سے نجاست کو صاف کر کے مسجد میں تشریف لائے۔ اسی دوران لوگوں نے اس پرنالے کو اکھاڑ دیا۔ مسجد میں جب آپ پہنچے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے قریب آکر دھیرے سے یہ کہا کہ یا امیر المومنین اللہ کی قسم اس پرنالے کو جسے آپ نے اکھیڑنے کا حکم دیا تھا۔ محبوب کریم ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے اسی جگہ لگایا تھا۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب یہ ماجرا سنا تو حد درجہ پریشان ہو گئے۔ تھوڑی دیر افسردگی سے بیٹھے رہے پھر رقت آمیز لہجے میں فرمایا کہ ”اے عباس! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اپنے پیر میرے کندھوں پر رکھ کر اس پرنالے کو اسی طرح لگا دو جیسا کہ حاکم کائنات ﷺ نے لگایا تھا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ اللہ اللہ کیا نظارہ تھا کہ دنیا کا سب سے عظیم الشان فرمانروا جس کے نام سے کفار تھرتھر کانپتے تھے۔ وہ کھڑا ہے اور ایک شخص اس کے شانوں پر چڑھ کر پرنالا لگا رہا ہے۔ اہل مدینہ دیکھ رہے ہیں مگر جو شخص امیر المومنین کے شانوں پر چڑھ کر پرنالا لگا رہیں وہ بھی کوئی معمولی شخصیت نہیں بلکہ یہ شخصیت محبوب کریم ﷺ کے سگے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب تھے۔ بات اتنا کی نہیں تھی اور نہ ہی جھگڑا پرنالہ لگانے کا تھا بلکہ اب تو معاملہ محبت رسول کریم ﷺ کا تھا کہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں محبوب کریم ﷺ کی تعظیم پردہ فرمانے کے بعد بھی کس قدر تھی۔

☆ ایک بہت مشہور و معروف روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں کچھ نزاعی معاملہ ہو گیا۔ چونکہ ان دنوں مسلمان اور یہودی اکٹھے ہی رہتے تھے اور کاروباری معاملات بھی تھے۔ اس کے علاوہ ان سے الگ رہنے کا حکم بھی نہیں نازل ہوا تھا۔ ان دونوں نے یعنی مسلمان اور یہودی نے اپنا معاملہ رحمت کائنات ﷺ کے پاس پیش کیا۔ وہاں سے مسلمان کے خلاف فیصلہ ہوا۔ یہودی نے کہا کہ اب تو تم کو اطمینان ہو گیا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ نہیں میں تو عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرواؤں گا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور یہودی نے سارا

معاملہ سنانے کے بعد بتلایا کہ آپ سے پہلے ہم آپ کے نبی ﷺ کے پاس بھی گئے تھے مگر آپ کے نبی ﷺ کا فیصلہ اس مسلمان کو پسند نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ذرا ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ وہ دونوں وہیں کھڑے رہے اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ باہر جب آئے تو آپ کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی۔ آپ نے ایک ہی تلوار کا وار کیا اور اس منافق کا سر کٹ کر زمین پر آ رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کو حاکم کائنات ﷺ کا فیصلہ قبول نہیں اس جسم پر اس کا سر نہیں رہنا چاہئے اور اس کو مسلمان کہلوانے کا کوئی حق نہیں۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نیا کرتا پہنا اور مجھ سے چھری طلب فرمائی اور فرمایا۔ اے میرے بیٹے! میرے اس کرتے کی آستین کھینچ اور اپنے ہاتھ کو میری انگلیوں کے کنارے سے ملا پھر جو بڑھا ہوا حصہ ہو اسے کاٹ دے۔ چنانچہ میں نے دونوں آستینوں کی دونوں اطراف کاٹ دیں۔ کٹنے میں دونوں آستیں برابر نہ کٹیں تو میں نے عرض کیا اے ابا جان! اگر میں ان دونوں کو قینچی سے برابر کر دوں تو اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! اسے چھوڑ! میں نے اسی طرح محبوب کریم ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح یہ کرتا پہنے رہے۔ یہاں تک کہ وہ پارہ پارہ ہوا اور میں نے دیکھا کہ بسا اوقات اس کے دھاگے ان کے قدموں میں لٹکے ہوتے۔

☆ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''سن لے خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے' نہ تو کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے محبوب کریم ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے بوسہ دے رہے ہیں تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا''۔ اس کے بعد اس کو بوسہ دیا اور فرمایا ''ہمیں رمل (طواف کے تین چکروں میں اکڑ کر چلنے) سے کیا واسطہ؟ یہ تو ہم لوگوں نے مشرکین کو دکھلانے کے لئے کیا تھا اور اللہ پاک نے مشرکین کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا مگر یہ ایسی چیز ہے کہ جس کو محبوب کریم ﷺ نے کیا ہے لہذا اس کے ترک کرنے کو ہم اچھا نہیں سمجھتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

☆ محبوب کریم ﷺ نے جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اہل قریش کی جانب صلح حدیبیہ کے لئے بھیجا تو اہل قریش نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو طواف کعبہ کی اجازت دی بلکہ دعوت دی کہ آپ طواف کر لیں۔ مگر آپ نے طواف کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اللہ کریم کا حکم ہے کہ یاایھا الذین آمنو لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ۔ اپنے محبوب (ﷺ) کا ادب وتعظیم مد نظر رکھ کر فرمایا ما کنت لا فعل حتی یطوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

''یعنی میں ہرگز طواف نہ کروں گا جب تک میرے مولا رسول ﷺ طواف نہ کریں گے''۔ طواف کعبہ شریف دراصل عبادت میں شامل ہے اوراس کوتمام مسلمان سعادت خیال کرتے ہیں لیکن سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے بغیر طواف کعبہ بھی نہ کیا کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کواللہ اوراس کے گھر کی پہچان تو نبی کریم ﷺ نے کروائی تھی۔اب بھلا کیسے ممکن تھا کہ آپ مالک دوجہاں ﷺ کے بغیر طواف کعبہ کر لیتے اور یہی محبوب کریم ﷺ کے رعایت ادب کوتو افضل جانا۔

☆ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ کوئی عبادت محبوب کریم ﷺ کی رعایت ادب کے برابر نہیں ہے۔اسی طرح محبوب کریم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام محبوب کریم ﷺ کی حدیث اور کلام کے ذکر کے وقت محبوب کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر فرمایا کرتے اور آپ ﷺ کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ کنزل العمال میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھا شخص ہوں اور میرے نکاح میں محبوب کریم ﷺ نے اپنی دوصاحبزادیاں یکے بعد دیگرے دی ہیں اور میں نے جب سے اپنا داہنا ہاتھ راحت جاں ﷺ کے دست مبارک سے ملایا ہے۔اس دن سے میں نے اس ہاتھ سے اپنی شرم گاہ کو بھی نہیں چھوا (کیمیائے سعادت)۔

☆ ادب کا یہ وہ عظیم رتبہ ہے جس پر ہر شخص مکلف نہیں بلکہ یہ تو صرف سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہی حصہ ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے واذاتی الخلاء فلا یمس ذکرہ بیصینہ ولا ینمسح بیصینہ یعنی'' جب کوئی پاخانے جائے تو دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو مت چھوئے نہ اس سے نجاست پونچھے''۔ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ کانت یدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیمنے لطھورہ وطعامہ وکانت یدہ الیسری بخلاتہ وما کان من اذی '' جناب محبوب کریم ﷺ کا دایاں ہاتھ وضو کرنے اور کھانے کے لئے تھا اور آپ کا بایاں ہاتھ پاخانے میں ڈھیلا استعمال کرنے اور ہر مکروہ چیز کے لئے تھا''۔ متذکرہ بالا احادیث سے ظاہر ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس قدر برتری حاصل ہے کہ پاخانہ وغیرہ کی حالت میں اسے مکروہ اور نجس چیزوں کے چھونے سے بچایا جائے اوراس کام کے لئے صرف بایاں ہاتھ مخصوص کرلیا جائے۔اس کے باوجود سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس فضیلت کی بناء پر ان کا بایاں ہاتھ چونکہ جان کائنات ﷺ کے دست مبارک سے مس ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کے شرف کو اس قدر وسیع اور عام کردیا کہ خلاء وغیرہ کی حالت میں بھی مدت العمر اس سے شرم گاہ کونہیں چھوا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ دائیں ہاتھ کی جو فضیلت حالت خلاء میں ذکر سے مانع تھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تعظیم محبوب کریم ﷺ میں آپ ﷺ کے ہاتھ چھونے کے باعث اس قدر وسیع کرلی کہ غیر خلا کی حالت میں بھی اس سے مس ذکر نہ کیا۔یایوں خیال کر لیجئے کہ اگر شرع نے دائیں ہاتھ سے مس ذکر کرنے

سے اس لئے منع کیا ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں سے اشرف ہے تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے عدم مس ذکر کی علت بیان کی کہ اس کے دایاں ہونے کے اس امر کا اقرار فرمایا کہ آپ کا دایاں ہاتھ محبوب کریم ﷺ کے دست مبارک سے چھو چکا تھا۔

یہاں یہ ایک اور پہلو بھی تشنہ رہ جاتا ہے یعنی ذکر اس ہاتھ میں کسی قسم کی برکت پیدا ہو گئی تھی تو شرمگاہ میں کونسی برائی رکھی گئی تھی جس کو وہ متبرک ہاتھ لگانا مذموم سمجھا گیا۔ حالانکہ احادیث مبارکہ سے صریح ہے کہ وہ بھی ایک عضو ہے۔ جسم اور اعضاء کے چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ عن قیس بن طلق ان اباه حدثه ان رجلا سال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن رجل مس ذكره ايتوضو قال هل هو الا بضعة من جسدك "موطا امام محمد میں قیس بن طلق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے محبوب کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا آلہ تناسل کے چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ فرمایا یہ تو ایک ٹکڑا ہے تیرے جسم کا"۔ عن علي بن ابي طالب قال ما ابالي اياه امس او انفي او اذني "موطا امام محمد میں مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ ذکر کو مس کروں یا ناک کو یا کان کو یعنی ان تمام اعضاء کو چھونے کا ایک ہی حکم ہے"۔ عن ابراهيم ان ابن مسعود سئل عن الوضوء من مس الذكر فقال ان كان نجسا فاقطعه "موطا امام محمد میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا مس ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ فرمایا اگر وہ نجس ہے تو اس کو کاٹ ڈالو"۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شرعاً بول و براز کی حالت کے سوا دیگر حالت میں مس ذکر میں کوئی کراہت نہیں۔ البتہ اگر کراہت ہے تو طبعی ہے پھر اس کراہت طبعی کو ادب نے وہاں اس درجہ بڑھایا یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مشابہ بلکہ زیادہ کراہت شرعی سے کر دیا۔ جس کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں عمر بھر اس فعل سے بچتے رہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ادب ایک ایسی چیز ہے کہ اپنا پورا اثر کرنے میں نہ منتظر امر ہے اور نہ محتاج نظیر۔ بلکہ اہل ایمان میں وہ ایک قوت راسخ ہے۔ جس کو خاص ایمان کے ساتھ تعلق ہے اور اس کا منشا عظمت و قوت اس شخص یا اس چیز کی ہے جس کے آگے ادب کرنے والا اپنے کو کم درجہ اور ذلیل سمجھتا ہے۔ ابھی تک تو بات ہو رہی تھی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی۔ مگر اب ہم بات کریں گے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعظیم دیار مصطفیٰ ﷺ کی۔

☆ مٹھی بھر مفسدین نے مدینۃ الرسول میں ضعیف العمر خلیفہ کے گھر کا گھیراؤ کر رکھا ہے۔ ایک ایسے خلیفہ کا جس کی سلطنت اس وقت دنیا میں سب سے بڑی ہے۔ اس کی افواج سرحدوں پر جہاد میں مصروف ہے اور مدینہ طیبہ بھی مجاہدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خالی نہیں۔ یہ ضعیف العمر خلیفہ سیدنا و حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ مفسدین اعلانیہ مدینہ طیبہ کی جگہوں میں چیختے چلاتے پھرتے تھے اور ان کو منع کرنے والا کوئی نہ تھا۔ جب مفسدین کی کارروائیاں حد درجہ

ناقابل برداشت ہو گئیں تو جان نثاروں نے ان سے جنگ کرنے کی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی۔ مگر خلیفہ راشد نے یہ فرمایا کہ رحمت کائنات ﷺ کے شہر کو فتنہ و فساد میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا اور ایک مرتبہ یہ حکم فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے مدینۃ الرسول ﷺ میں خون ریزی ہو۔ یہ ہے تعظیم مصطفیٰ ﷺ کہ محبوب کریم ﷺ کے شہر اقدس کا بھی ادب اور احترام ملحوظ خاطر رکھا جارہا ہے۔ اگر مدینہ طیبہ کی یہ تعظیم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیش نظر نہ ہوتی تو ان مٹھی بھر مفسدین کا چند گھنٹوں میں ہی صفایا ہو جاتا مگر عاشق صادق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی جان دینا گوارا فرمالیا مگر شہر مدینہ کی تعظیم برقرار رکھی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب وہ صلح نامہ تحریر فرمایا جو محبوب کریم ﷺ اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر ہوا تھا اور تاریخ اس کو صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کرتی ہے اس معاہدے کی عبارت یہ تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر فرمایا۔ هذا ما كاتب عليه محمد رسول الله تو مشرکین نے کہا کہ لفظ رسول الله مت لکھا جائے اور حقیقت بھی ہے کہ وہ لوگ اگر رحمت جہاں ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیتے تو پھر لڑائی اور صلح کی ضرورت ہی کیا تھی۔ محبوب کریم ﷺ نے ان کی اس بات کو تسلیم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) اتم ایسا کرو کہ یہ کاٹ دو اور باقی عبارت لکھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میری یہ مجال نہیں اور یہ غلط بھی نہیں لہذا میں تو اس لفظ کو جو کہ مبنی بر حقیقت ہے نہیں کاٹوں گا۔

بات فقط لفظوں کو کاٹنے کی نہ تھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اگر طویل عبارت لکھنے سے انکار نہ تھا تو بھلا وہ دو لفظوں کے کاٹنے سے کیوں معذوری فرما رہے تھے۔ بات دراصل محبوب کریم ﷺ سے محبت اور عقیدت کی تھی کہ مشرکین تو یہ بات نہیں مانتے مگر ہم تو مانتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک لحظہ توقف کیے بغیر انکار فرما دیا بات تو صلح صفائی کی ہو رہی تھی مگر اب صورت حال ایک مرتبہ پھر بگڑنے لگی چنانچہ رحمت دو عالم ﷺ نے خود ہی مذکورہ الفاظ کو اپنے دست مبارک سے کاٹ دیا۔ اگر دیکھا جائے تو یہ ایک طرح سے حکم عدولی ٹھہری مگر رحمت دو جہاں ﷺ کو معلوم ہوا کہ میرے یہ فدا کار اپنا سر تو بخوشی کٹوا سکتے ہیں مگر میری شان میں کمی برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے کسی بھی ناخوشی کا مظاہرہ کیے بغیر وہ الفاظ کاٹ دیے۔ اب دوسری جانب دیکھا جائے تو یہ آیات کریمہ بھی کلام اللہ شریف میں ملتی ہیں کہ وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا ''اور جو حکم تمہیں رسول اللہ (ﷺ) دیں تو اس کو قبول کرو اور جس امر سے تم کو منع فرمائیں تم وہ مت کرو'' (سورۃ الحشر رکوع ۱)۔ وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا ''اور یہ حق نہیں کسی ایماندار مومن کا نہ مومن عورت کا' جب

فیصلہ کر دے اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی امر کا ان کا اختیار اپنے معاملے میں اور جس نے نافرمانی کی اللہ اور اس کے رسول کی سو وہ بھولا صریح چوک کر" (سورۃ احزاب رکوع ۵)۔ کیا کوئی اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ ان آیات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم تھا۔ جی ہاں علم تھا اور ہم سب سے بلا شک وشبہ کروڑ درجہ بڑھ کر تھا لیکن آپ نے اس عشق کا مظاہرہ کیا جو صرف انہیں کا خاصہ تھا۔ یہ جرأت اور ہمت کی عمدہ مثال تھی کہ ہم تو آپ ﷺ کے غلام ہیں اور آپ ﷺ کی عزت ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے پھر کیوں آپ اس سعادت کو ضائع کر دیتے ہیں لیکن یہ بھی تو ایک طرح سے تعظیم اور عشق ہی کا مقام تھا کہ باوجود اس بات کے کہ سب کو معلوم ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کے حکم سے سرتابی کا مطلب گناہ ہے۔ مگر یہاں اصل میں دیکھنا یہ تھا کہ رحمت دو جہاں ﷺ کا حکم ایسا تھا کہ اس کی تعمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں ہو سکتی تھی کہ یہ بھی تو ادب کا تقاضا تھا کیونکہ محبوب کریم ﷺ کے الفاظ کا ٹنا بھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے ممکن نہ تھا۔ اس واقعہ کو حکم عدولی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس بات کا احتمال تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے رحمت دو جہاں ﷺ کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے اور وہ بھی کسی موقع پر جب حاکم کائنات ﷺ بنفس نفیس خود حکم فرمارہے ہیں اور اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان مقدس حضرات میں گویا کہ سرتابی کا مادہ تھا ہی نہیں۔ اس کے لئے ایک نہایت معمولی سی بات تھی یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عدول حکمی خلاف مرضی اللہ اور محبوب کریم ﷺ تھی کیونکہ اگر یہ بات واقعتاً ہوتی تو محبوب کریم ﷺ خود ہی سرزنش فرما دیتے یا پھر آیت نازل ہوتی۔

اس لئے کہ ان حضرات مقدسہ کی تادیب کا لحاظ بیش از بیش مرعی تھا۔ اس وجہ سے کہ وہ حضرات مقدسہ ایک عالم کے مقتداء ہونے اور دنیا کے لئے نمونہ بننے والے تھے۔ غرض ان تمام امور پر نظر ڈالنے سے پریشانی ہوتی ہے۔ مگر یہ خلجان اس طرح دور ہو جاتا ہے کہ ان حضرات مقدسہ کا پاس ادب جو کہ سچے دل سے تھا وہ کچھ ایسا با فروغ تھا کہ اس کے مقابلے میں وہ عدولی حکمی التفات نہ ہوئی۔ اگر اس حالت کو خیال فرمائیے بشرطیکہ دلوں میں وقعت وعظمت محبوب کریم ﷺ کی کامل طور پر ہو تو معلوم ہو گا کہ ان حضرات مقدسہ کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہو گا۔ ادھر بنفس نفیس سید المرسلین ﷺ حکم فرمارہے ہیں اور ایک طرف آیات واحادیث مبارکہ آواز بلند کہہ رہی ہیں کہ خبردار امر واجب الانقیاد سے سرمو انحراف نہ ہونے پائے اور ادھر ادب کا دل پر اس قدر تسلط ہے کہ تمثال کے لئے نہ ہاتھ ہی یاری دیتے ہیں اور نہ ہی پاؤں۔ آخر ان حضرات مقدسہ کو تعظیم مصطفیٰ ﷺ نے اس قدر مجبور کر دیا کہ امتثال امر ہو ہی نہ سکا اور انہوں نے وہی کیا جو مقتضائے ادب تھا۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب نص قطعی کے مقابلہ میں آخر ادب ہی کی ترجیح ہوئی تو دین میں اس کو کس قدر رہا وقعت اور ضروری چیز خیال کرنا چاہئے۔

تعظیم محبوب ﷺ میں نماز عصر قضا ہو جانا

شفا قاضی عیاض میں مروی ہے کہ جنگ خیبر کی واپسی میں منزل صہبا پر محبوب کریم ﷺ نے نماز عصر

ادا فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جماعت میں شامل نہ ہو سکے۔ نماز کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانوؤں پر سر رکھ کر راحت جاں ﷺ آرام فرمانے لگے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی چنانچہ دیکھتے رہے کہ نماز عصر کا وقت جو کہ سب نمازوں میں افضل ہے نکلتا جا رہا ہے اور اس کی تاکید کلام اللہ شریف میں فرمائی گئی ہے۔ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی ''حفاظت کرو اور نگاہ رکھو نمازوں پر اور نماز وسطی (یعنی عصر) پر'' (سورۃ البقرہ رکوع ۳۱)۔

غزوہ خندق کے روز خود محبوب کریم ﷺ نے نماز عصر فوت ہو جانے پر کفار کے لئے بددعا فرمائی۔ حسبونا عن صلوة الوسطی صلوة العصر ملا الله بیوتهم وقبورهم نارا ''ان کفار نے ہمیں نماز وسطی یعنی نماز کی ادائیگی سے روکا' اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے''۔

باوجود اس قدر تاکید کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمداً نماز عصر قضا فرما دی۔ وجہ وہی تھی یعنی یہاں بھی تعظیم مصطفیٰ ﷺ ہی کارفرما تھی۔ آپ کا خیال فقط یہی تھا کہ اگر آپ کا زانو تھوڑا سا بھی جنبش کرے گا تو راحت جاں ﷺ کی نیند میں خلل واقع ہو جائے گا اور آپ ﷺ آرام نہ فرما پائیں گے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فقط تعظیم مصطفیٰ ﷺ اور اطاعت محبوب کریم ﷺ کے باعث خود کو اسی جگہ ساکت رہنے دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ غروب آفتاب کے ساتھ رحمت دو جہاں ﷺ نیند سے بیدار ہوئے۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی عصر کی نماز کے فوت ہو جانے کا سوال آپ ﷺ کے گوش گزار کیا۔ محبوب کریم ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ کریم غفور الرحیم !! اگر علی تیری اطاعت میں تھا تو پھر آفتاب کو طلوع کر دے۔ پس اسی وقت ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت سکون اور راحت کے ساتھ نماز عصر ادا فرمائی۔ اس کے ساتھ آفتاب بھی غروب ہو گیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اطاعت اور فرمانبرداری رسول کریم ﷺ ہر حال میں اور ہر امر میں واجب و لازم ہے اور جس نے تصدیق رسالت ﷺ تو کی مگر اتباع اور اطاعت رسول کریم ﷺ نہیں کی تو بلاشبہ وہ گمراہ ہے۔

☆ ''صواعق'' میں ہے کہ عراق کی ایک جماعت مشائخ ابوالمنصور مظفر بن اردشیر قادی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں حاضر تھی۔ جب کہ وہ نماز عصر کے بعد وعظ فرما رہے تھے اور یہی حدیث اہل بیت کے فضائل بیان فرما رہے تھے کہ یکایک ابر آیا اور آفتاب چھپ گیا لوگوں نے گمان کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر آفتاب کو اشارہ کیا اور تین اشعار پڑھے۔ مذکورہ جماعت کا کہنا ہے کہ اسی وقت ڈوبا ہوا سورج پھر نکل آیا۔

حضرت قباث اور عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آداب محبت

بیہقی نے ''دلائل النبوت'' میں ابی الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے قباث بن اشیم رضی اللہ عنہ سے جو کہ محبوب کریم ﷺ سے عمر میں بڑے تھے سوال کیا کہ ''کیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ بڑے تھے''۔ قال رسول الله صلی الله علیهم وسلم اکبر

منی ونا اسن منہ ''انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ بڑے تھے مجھ سے اور میں عمر میں ان سے زیادہ ہوں''۔وضاحت انہوں نے اس طرح کی کہ ''رسول کریم ﷺ کی ولادت شریف عام الفیل میں ہے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میری والدہ صاحبہ اسی ہاتھی کی لید کے پاس لیکر کھڑی تھی''۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ محبوب کریم ﷺ کے حقیقی چچا تھے۔ایک مرتبہ ان سے اس قسم کا سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی تقریباً یہی جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ اکبر تھے اور میری ولادت پیشتر ہے (کنزالعمال)۔

☆ ''کنزالعمال'' میں حضرت یزید بن الاصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ ''اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! میں تم سے بڑا ہوں یا تم''۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔''آپ اکبر ہیں اور اکرم ہیں جب کہ میری عمر زیادہ ہے''۔

یہ سوال و جواب ہمیں دراصل تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ان لوگوں سے جن کی عمر رحمت کائنات ﷺ سے زیادہ تھی سوال کو الجھا کر کیا کہ دیکھیں یہ جواب کیا دیتے ہیں۔حالانکہ عام طور پر یہی سوال کیا جاتا ہے کہ تم فلاں سے بڑے ہو یا وہ تم سے بڑا ہے۔تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ کیا تمہاری عمر اس سے زیادہ ہے یا یوں کہہ لیں کہ کیا تم عمر میں اس سے بڑے ہو۔مگر یہاں تو معاملہ ہی کوئی اور تھا اب اگر کسی صحابی سے یہ سوال کیا جاتا کہ تم اکبر ہو رسول اللہ ﷺ سے تو وہ بھلا کس طرح کہہ دیتے کہ ہاں ہم اکبر ہیں بلکہ وہ عقل و دانش کے موتی بکھیرنے والے تھے فوراً یہ جواب دیتے کہ اکبر تو محبوب کریم ﷺ ہی ہیں مگر ہماری عمر زیادہ ہے۔

عربی زبان میں لفظ اکبر اور سن دونوں کے ایک ہی طرح کے معنی ہیں۔مگر اکبر کو مطلق بزرگی کے معنوں میں بھی چونکہ استعمال ہوتا ہے۔اس لئے ان بزرگوں نے ''اکبر'' کی صریحاً نفی کر دی اور مجبوراً لفظ ''سن'' کو ذکر کیا کیونکہ صراحۃ مقصود پر دلالت کرنے والا سوائے اس کے کوئی اور لفظ نہ تھا اور یہی اصل میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ تھی کہ حقیقی چچا بھی آپ ﷺ کو میرے بھتیجے یا بیٹے کہہ کر نہیں مخاطب کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کو سیدی یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

☆ ابوداؤد میں عبید بن فیروز رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے میں نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی درست نہیں۔انہوں نے کہا کہ محبوب کریم ﷺ ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ چار قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں۔ایک وہ جس کی آنکھ پھوٹی ہو' دوسرا وہ جو سخت بیمار ہو' تیسرا وہ جس میں لنگ ظاہر ہو اور چوتھا وہ جو نہایت دبلا ہو۔اس کی آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے تشریح فرمائی لیکن میری انگلیاں محبوب کریم ﷺ کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔مطلب یہ کہ جان کائنات ﷺ نے خطبہ میں پہلے دست مبارک کے

اشارے سے تعین فرمایا کہ چار جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں پھر ان کی تفصیل بیان فرمائی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جب اس واقعہ کو بیان فرمایا تو ادب نے اجازت نہ دی کہ محبوب کریم ﷺ کے دست مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے کی جائے۔ لہذا ظاہر کیا کہ ''میری انگلیاں رحمت کائنات ﷺ سے چھوٹی ہیں''۔ یعنی مطلب یہ ہوا کہ میری انگلیوں کو حاکم کائنات ﷺ کی انگلیوں کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں یعنی صرف اور صرف تعظیم مصطفیٰ ﷺ نے اس بات کی اجازت نہ دی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ چار کا اشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصود محض عدد کا تعین ہے جب کہ ظاہری طور پر اس میں کوئی مساوات کا شائبہ بھی نہیں ہے اور نہ ہی سوء ادب کا۔ باوجود اس کے ادب صحابیت نے دست مبارک کی حکایت بھی گوارا نہ فرمائی۔ جس سے تشبیہ لازم آجاتی ہے اب آپ ان کے دوسرے آداب کو اسی پر قیاس فرما سکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

صحیح بخاری میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز میں نے محبوب کریم ﷺ کو مدینہ منورہ کے کسی راستے میں دیکھا۔ چونکہ میں جنبی تھا اس لئے میں چھپ گیا۔ پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) تم کہاں تھے۔ عرض کیا کہ مجھے نہانے کی ضرورت تھی۔ اس لئے میں نے آپ ﷺ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا۔ راحت جاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سبحان ان المؤمن لا ینجس ''اللہ تعالیٰ پاک ہے مسلمان نجس نہیں ہوتا''۔

آپ غور فرمائیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی خاطر راحت جاں ﷺ سے قربت بھی مناسب نہ سمجھی حالانکہ اس سے بڑی بھلا اور کیا سعادت کسی بھی مسلمان کے لئے ہو سکتی ہے۔ لیکن یہاں ہر بات حصول قربت کی نہ تھی بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کائنات کی مطہر ہستی کے سامنے پلید حالت میں جانا ہی قبول نہ کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان اصحاب مقدسہ کے دلوں میں عظمت محبوب کریم ﷺ درجہ کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ جس نے ان کی عقل مقہور کر کے ان کے دلوں کو اس ادب پر مجبور کر دیا تھا۔ ورنہ وہ جانتے تھے کہ جنابت کا جسم میں سرایت کرنا ایک امر حکمی ہے' حسی نہیں۔ جس سے دوسرے کو کراہت ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کا اثر دوسرے تک متعدی نہیں ہو سکتا۔

دوسری جانب بھی دیکھئے کہ ہر چند محبوب کریم ﷺ نے شرعی مسئلہ بیان فرما دیا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا۔ مگر کلام اس میں ہے کہ اس حالت میں حاضر دربار نبوی ﷺ ہونے میں انہیں کون سی چیز مانع تھی۔ اگر نعوذ باللہ طبیعت میں بے باکی ہوتی تو خیال کرتے کہ اس حالت میں مجالست سے کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آسکتا تھا کہ چل کر دیکھئے کہ اگر محبوب کریم ﷺ منع فرمائیں گے تو ایک مسئلہ معلوم

ہو جائے گا خصوصاً اس زمانے میں تو روزانہ ہی نئے نئے مسائل معلوم ہونے کی ضرورت بھی جاتی تھی بلکہ دراصل بات یہ ہے کہ ادب نے ان کو جرأت کرنے ہی نہ دی۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ جان کائنات ﷺ نے جو مسئلہ بیان فرمایا اس سے تو یہی مقصود معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ شرعیہ معلوم ہو جائے۔ اس کے علاوہ ان کی ہر حرکت اگر حاکم کائنات ﷺ کو ناگوار گزرتی تو صاف طور پر منع فرما دیتے۔ مگر حاکم کائنات ﷺ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے حاضر نہ ہوئے تھے۔

حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

☆ زرقانی نے شرح "مواہب اللدنیہ" میں اس حدیث شریف کو نقل کیا ہے کہ حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ کی اونٹنی پر میں کجاوہ باندھا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور رحمت کائنات ﷺ نے کوچ کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت مجھے نہایت تردد ہوا کہ ٹھنڈے پانی سے نہاؤں گا تو مارے سردی کے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندھوں۔ مجبوراً ایک انصاری صاحب سے کہہ دیا کہ اونٹنی پر کجاوہ باندھ دے۔ اس کے بعد میں نے چند پتھر گرم کر کے پانی کو گرم کیا اور غسل کر کے محبوب کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے اسلع (رضی اللہ عنہ)! کیا سبب ہے کہ میں تمہارے کجاوہ کو متغیر پاتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے نہیں باندھا تھا۔ راحت جاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کیوں تم نے آج کجاوہ کیوں نہیں باندھا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ اس وقت مجھے نہانے کی حاجت تھی۔ پانی ٹھنڈا تھا اور ٹھنڈے پانی سے نہانے میں جان کا خوف تھا۔ اس لئے کسی اور کو باندھنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ حضرت اسلع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ (سورۃ المائدہ رکوع ۲)۔ جس سے سفر میں تیمم کی اجازت ملی (درمنثور و طبرانی)۔

اب آپ سارے واقعہ پر غور فرمایئے کہ اصل میں یہ واقعہ متعدد نصائح اپنے اندر پاتا ہے یعنی حضرت اسلع رضی اللہ عنہ کا انداز گفتگو کہ رحمت دو جہاں ﷺ سے عرض کیا جا رہا ہے کہ مجھے نہانے کی حاجت تھی۔ یعنی اپنی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا رہی کہ وہ کیوں نہانے کے لئے مجبور ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ کجاوہ تو اونٹنی پر کوئی بھی باندھ سکتا ہے مگر محسن انسانیت ﷺ کا یہ پوچھنا کہ اے اسلع (رضی اللہ عنہ)! آج میں کجاوے کو متغیر پاتا ہوں۔ ایک خادم کے لئے کس قدر تقویت اور حوصلہ کا باعث ہے کہ اس کی ہر ہر ادا پر آقائے نامدار ﷺ کی نظر خاص ہے۔

حضرت اسلع رضی اللہ عنہ نے صرف تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں کجاوے کی لکڑیوں کو اس لئے جنابت کی حالت میں ہاتھ نہ لگایا کہ اس کجاوے پر نبی کریم ﷺ تشریف رکھیں گے تو پھر غسل کرنے سے پہلے اگر ان

لکڑیوں کو چھولیا تو کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ یہ محض ایمانی نشانی ہے اور کمال درجہ کی تعظیم ورنہ دین متین میں حالت جنابت میں آسانی بھی ہے اور کسی چیز سے ماسوائے عبادات کو روکا بھی نہیں گیا تو ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ کے احکامات کی بجا آوری بھی عین عبادت سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ یعنی اگر کوئی صاحب غسل کا حاجت مند ہوتو وہ محبوب کریم ﷺ کے پاس نہیں بیٹھ رہے کہ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے اور دوسرے صاحب اس حالت میں کجاوے کو اونٹنی پر نہیں رکھ رہے' عظیم پاکیزہ خیالات کی وجہ سے ان حضرات مقدسہ کے دلوں میں یہ تعظیم پیدا ہو چکی ہے کہ وہ کوئی بھی کام ایسا نہ کرتے کہ ان کو اس کام میں ادب کی کمی دکھائی دیتی ہو۔ ورنہ ظاہر ہے کہ نہ عموماً اس قسم کے امور کی تعلیم کی اور نہ صراحۃً ترغیب وتحریص۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حال میں رقم کیا ہے کہ وكان عبده شئى من شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم وقلا متهاظفاره فاتوطى ان نجعل فى فمه وعينه وقال افعلوا ذلك وخلوا بيتى وبين ارحم الرحمين "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جناب محبوب کریم ﷺ کے کچھ موئے مبارک اور تراشہ ناخن محفوظ تھے۔ جب وہ مرنے لگے تو وصیت فرمائی کہ یہ چیزیں میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دی جائیں اور پھر معاملہ ارحم الرحمین کے سپرد کر دینا۔ ان چیزوں کی قدر وقیمت کا اندازہ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی بہتر فرما سکتے تھے کہ لازمی بات ہے یہ چیزیں دنیا کی تمام دولت ورفعت سے اعلیٰ وارفع تھیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زندگی میں تو رحمت کائنات ﷺ کی اطاعت کرتے ہی رہے ہیں مگر یہ اندازہ اطاعت وتعظیم نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یقین کامل تھا کہ ان متبرک اشیاء کی بدولت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں لازمی معافی حاصل ہو جائے گی اور ان کی مغفرت لازمی طور پر ہو جائے گی۔ حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور معروف صحابی رسول مقبول ﷺ بھی تھے۔ مگر ان کو بھی اپنی مغفرت کا حد درجہ احساس تھا مگر آج ہم جیسے گناہگار مغفرت کی فکر ہی نہیں کرتے۔ مزید تفصیل ہماری کتاب "گیسوئے محبوب ﷺ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور آداب محبت

روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کسی نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کو اس جگہ پر رکھا جہاں رحمت دو جہاں ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے پھر تعظیماً اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر پھیرتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم

لوگ محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے تو آپ ﷺ کی عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص بھی آپ ﷺ کی طرف سر نہ اٹھاتا یعنی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوتی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

رحمت کائنات ﷺ کے روبرو تو اس قسم کا ادب ہوتا ہی تھا مگر وہ حضرات جب حدیث شریف کے حلقوں میں بیٹھتے تھے تو اس خشوع وخضوع کے ساتھ سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے گویا کہ گردنوں پر سر ہی نہیں۔ مستدرک میں مرقوم ہے کہ عبدالرحمٰن بن قرمار حمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ لوگ حلقہ بنائے بیٹھے ہیں اور گردنیں ان کی حد درجہ جھکی ہوئی ہیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کی گردنوں پر سر ہی نہیں یعنی سب لوگ حدیث نبوی ﷺ سننے میں کچھ ایسے مؤدبانہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ گویا ان کی گردنوں پر سر ہی نہیں دکھائی دیتے تھے۔ جبکہ ایک صاحب پر اثر انداز میں حدیث شریف بیان فرمار ہے تھے۔ جب غور سے ان کو قریب جا کر دیکھا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عاصم، زید اور خبیب رضوان اللہ علیہم اجمعین

اخرج ابن اسحاق میں رقم ہے کہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے بعد رحمت دوجہاں ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک چھوٹی سی جماعت قبیلہ عضل اور قارہ کی آئی۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم لوگوں میں اسلام آچکا ہے۔ آپ ﷺ ہم لوگوں کے ہمراہ صحابہ میں سے کچھ لوگ بھیج دیں جو ہم کو دین کی باتیں سمجھایا کریں اور ہمیں قرآن پاک پڑھائیں اور اسلامی احکامات کی تعلیم دیں۔ چنانچہ محبوب کریم ﷺ نے ان کے ہمراہ اپنے صحابہ میں سے چھ اصحاب روانہ فرمائے۔ یہ حضرات ان لوگوں کے ساتھ چلے۔ جب رجیع کے مقام پر پہنچے (یہ ہذیل کے ایک چشمہ کا نام ہے جو حجاز کے لئے ایک کنارے موضع ہداۃ کے شروع پر ہے) تو ان لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ غداری کی۔

ان حضرات کے خلاف ہذیل سے فریادرسی کی گئی اور مسلمانوں کو جو اپنے کجاووں میں تھے اس چیز سے گھبراہٹ میں ڈال دیا کہ ہذیل کے لوگ اپنے ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے اوپر چڑھ آئے اور ان کو گھیر لیا۔ ان حضرات نے بھی اپنی تلواریں ہاتھوں میں پکڑ لیں تاکہ ان سے لڑیں ہذیلیوں نے ان سے کہا خدا کی قسم ہم لوگوں کا ارادہ تمہارے قتل کا ہرگز نہیں لیکن ہم لوگوں کا ارادہ ہے کہ تمہارے ذریعہ ہم اہل مکہ سے کچھ حاصل کرلیں اور ہم تم سے اللہ کا عہدو پیان اٹھاتے ہیں کہ تم کو قتل نہ کریں گے۔ حضرت زید اور خالد بن بکیر اور عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم مشرکوں سے کبھی بھی عہدو پیان قبول نہ کریں گے۔ پھر یہ لڑے اور حضرت عاصم شہید کر دیئے گئے اور دیگر دو ساتھیوں کو بھی شہید کر دیا گیا۔ جب کہ حضرت زید، حضرت خبیب اور حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے ان کی امان قبول کی

جب حضرت عاصم شہید کر دیئے گئے تو ہذیل نے ان کے سر لینے کا ارادہ کیا تھا تاکہ ان کے سر کو سعد

بن سہیل کی بیٹی سلافہ کے ہاتھ بیچ دیں کیونکہ اس نے نذر مان رکھی تھی کہ اگر مجھے عاصم کا سرل جائے گا تو میں اس کی کھوپڑی میں شراب پیئوں گی۔ کیونکہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں اس کے بیٹے کو واصل جہنم کیا تھا۔ جب مشرکین نے اس بات کا ارادہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کا سر حاصل کر لیں تو یکا یک شہد کی کھیاں آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر آ گئیں۔ اب بھلا کس کی مجال تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم کو ہاتھ لگائے۔ اب ہذیل کے ساتھیوں نے کہا کہ چلو اس وقت واپس چلتے ہیں شام کو آئیں گے تا کہ کھیاں چلی جائیں۔ اللہ کریم نے پانی کی ایک سیل بھیجی جو ان کی نعش کو بہا کر لے گئی۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ شہد کی کھیوں نے ان کی محافظت کی ہے تو فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ مومن بندے کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے نذر مانی تھی کہ مشرک کو ہاتھ نہ لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک ان کو ہاتھ لگائے گا۔ اللہ کریم نے ان کی شہادت کے بعد بھی ان کو اس چیز سے محفوظ رکھا جیسا کہ وہ اپنی حیات میں اس چیز سے بچتے رہے۔ لیکن حضرت خبیب' زید اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہما نے نرم معاملگی کی اور رقت برتی اور زندگی کی طرف مائل ہوئے۔ ان تینوں نے خود کو مشرکین کے حوالے کر دیا۔ مشرکین نے ان تینوں کو گرفتار کر لیا پھر انہیں لے کر مکہ کی طرف چل دیئے۔
جب یہ لوگ مقام ''مرالظہران'' پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ قید کی رسی سے نکال لیا اور تلوار سونت لی یہ دیکھ کر مشرکین ان سے پیچھے ہٹ گئے اور ان پر دور کھڑے ہو کر پتھروں کی بارش کر دی جس کی وجہ سے یہ شہید ہو گئے۔ آپ کا مزار اقدس اسی جگہ پر ہے۔

حضرت زید اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہما کو ان مشرکوں نے مکہ میں لے جا کر قریش ہذیل کے دو ساتھیوں کے بدلے جو مکہ میں گرفتار تھے بیچ دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حجر بن ابی ایوب تمیمی نے خریدا اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا تا کہ اپنے باپ کے بدلے ان کو قتل کر دے اور ان کو اپنے غلام کے نسطاس کے ساتھ تنعیم کی طرف روانہ کر دیا تا کہ آپ کو حرم کے باہر قتل کر دے۔ وہاں قریش کے کچھ لوگ بھی جمع کر لئے گئے جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے۔ انہوں نے بطور آزمائش پوچھا کہ اے زید میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تجھے یہ بات محبوب نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اس وقت ہمارے پاس تیری جگہ ہوتے اور ہم لوگ ان کی گردن مارتے اور تو اپنے بال بچوں میں آرام سے رہتا؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں ہرگز نہیں پسند کرتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ اس وقت اپنی جگہ پر کہ آپ ﷺ ہیں یا آپ ﷺ کو کوئی کانٹا بھی لگ کر تکلیف پہنچے اور میں اپنے اہل میں بیٹھا ہوا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر ابوسفیان بولے میں نے انسانوں میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ وہ کسی کو اس سے محبوب سمجھتا ہو۔ جس طرح کہ اصحاب محمد ﷺ محمد ﷺ کو محبوب سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد نسطاس نے ان کو قتل کر دیا۔

☆ راوی کہتے ہیں لیکن خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے ماویہ سے جو حجیر

بن ابی وہاب کی باندی ہیں اس طرح بیان کیا ہے اور یہ ماویہ اسلام لے آئی تھیں۔ ماویہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ میرے گھر میں میرے پاس قید تھے۔ میں نے ایک روزان کی طرف جھانکا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ان کے ہاتھ میں انگوروں کا ایک خوشہ تھا۔ جو آدمی کے سر کے برابر تھا یہ اس میں سے کھا رہے تھے اور جہاں تک مجھے علم ہے اس وقت انگور کا کہیں بھی نام ونشان نہ تھا۔

☆ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی نجیح نے اس طرح بیان کیا کہ ماویہ نے کہا کہ حضرت نے جب ان کی شہادت کا وقت قریب آ گیا تو مجھے کہا کہ میرے پاس استرا بھیج دو تا کہ میں قتل کے لئے پاکی حاصل کروں۔ ماویہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے کے ہاتھ ایک استرا بھیج دیا مگر اس کے بعد خوف کھا گئی کہ کہیں یہ میرے بیٹے کو ہی قتل نہ کردے مگر انہوں نے اس لڑکے سے کچھ نہ کہا۔

☆ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عاصم نے بیان کیا کہ اس کے بعد لوگ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو لے کر چلے اور تنعیم میں ان کو لائے تا کہ انہیں سولی دیں۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے کہا کہ اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو مجھے اتنی دیر کے لئے چھوڑ دو کہ میں دو رکعتیں ادا کرلوں تو ایسا کرلو۔ مشرکین نے کہا ہاں رکعتیں پڑھ لو۔ انہوں نے دو رکعتیں نہایت حسن وخوبی کے ساتھ پوری کیں۔ پھر مشرکین کے پاس آ کر کہا اللہ کریم کی قسم اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرتے کہ قتل کے ڈر سے اس نے نماز لمبی کردی ہے تو میں اور بھی نماز پڑھتا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ مسلمانوں میں رائج کیا۔ اب مشرکین نے ان کو سولی پر اٹھایا اور ان کو سولی کے تختے پر باندھا۔ انہوں نے کہا۔ اے میرے اللہ! ہم نے تیرے رسول ﷺ کی رسالت کی تبلیغ کی تو رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جائے کا کل (تمام) پہنچا دے اور ان کفار کے عدد شمار کرکے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے قتل کردے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑ۔

اس کے بعد کفار نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا۔ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اپنے والد محترم ابوسفیان کے ہمراہ ان لوگوں کے درمیان حاضر تھا۔ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ مجھے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بددعا کے ڈر سے زمین پر ڈال رہے تھے اور لوگ کہا کرتے تھے کہ ہر وہ آدمی جن پر بددعا کی جائے وہ پنے پہلو کے بل زمین پر لیٹ جائے تو بددعا کا اثر اس پر نہیں پڑتا۔ مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن دعنہ رضی اللہ عنہ دونوں حضرات ایک ہی روز شہید کیے گئے۔ آپ فرمارہے تھے کہ اسی روز رحمت دو جہاں ﷺ کو اطلاع منجانب اللہ مل گئی کہ یہ دونوں حضرات گرامی شہید کردیے گئے ہیں۔ آپ فرمارہے تھے علیکما السلام یا علیک السلام "خبیب کو قریش نے شہید کردیا"۔

حضرت عروہ اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مشرکین نے جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی کے تختہ پر لٹکایا تو بلند آواز سے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کہیں تمھیں یہ پسند نہیں ہے کہ محمد ﷺ تمہاری جگہ سولی پر ہوتے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہرگز پسند نہیں اور اللہ عظیم کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ ایک کانٹا آپ ﷺ کے قدم مبارک میں میرے فدیہ کے عوض چبھ جائے۔ مشرکین اس بات کو سن کر ہنس دیئے (کذافی الھدایہ جلد ۴ صفحہ ۶۳)۔

حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

اخرج ابونعیم فی الحلیۃ جلد اول صفحہ ۱۰۱ پر درج ہے کہ حضرت ابن شوذب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کا باپ اپنے بیٹے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی گھات میں یوم بدر میں لگا رہا۔ ہر مرتبہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہٹ جاتے اور اعراض فرماتے۔ جب بار بار آپ کا باپ ان کے سامنے آیا تو حضرت ابوعبیدہ نے بالآخر اسے قتل کر دیا۔ اللہ کریم نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ''جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ (ﷺ) ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخص سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ کے ہی کیوں نہ ہوں۔ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کے (دلوں) کو اپنے فیض سے قوت عطا فرمائی ہے۔ (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کی جماعت ہے۔ خوب سن لو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پائے گی''۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن عمیر اور آداب محبت

جنہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے محبوب کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں دشمن کی جماعت سے ملا اور ان میں اپنے باپ کو بھی پایا۔ میں نے اپنے باپ سے آپ ﷺ کے بارے میں کچھ نامناسب بات سنی۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا میں نے اسے نیزہ مارا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا (اخرج البیہقی جلد ۹ صفحہ ۲۷)۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی

☆ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول نے محبوب کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ ﷺ (میرے باپ) عبداللہ بن ابی کے قتل کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ مجھے آپ ﷺ کی جانب سے یہی خبر معلوم ہوئی ہے۔ اگر آپ ﷺ کا ارادہ اس کا ہو تو آپ ﷺ مجھے اس کام کا حکم دیجئے۔ میں آپ ﷺ کے پاس اس کا سر اٹھا کر لاؤں گا۔ پس خدا

کی قسم آپ ﷺ کو قبیلہ خزرج کا علم ہے کہ اس قبیلہ میں کوئی آدمی اپنے باپ کے لئے زیادہ بھلا بہ نسبت میرے نہیں اور مجھے خطرہ یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ میرے علاوہ کسی اور کو اس کام کا حکم دیں گے اور وہ میرے باپ کو قتل کر دے تو ایسا نہ ہو کہ میرا نفس اس کام سے مجھے نہ چھوڑے کہ میں عبداللہ بن ابی (اپنے باپ) کے قاتل کی طرف جب کہ اس کو لوگوں میں چلتا پھرتا دیکھوں تو اسے قتل کر دوں تو اس صورت میں' میں ایک مومن کو کافر کے بدلہ میں مارنے والا ہوں گا اور جہنم میں جاؤں۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا۔ ہم اس کے ساتھ نرمی برتیں گے اور اس کی صحت کو اچھا رکھیں گے۔ جب تک وہ ہمارے ساتھ لگا ہوا ہے (کذا فی البدایہ جلد ۴ صفحہ ۱۵۸)۔

طبرانی میں رقم ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رحمت دوجہاں ﷺ بنی مصطلق سے واپس ہوئے تو عبداللہ بن ابی منافق کے صاحبزادے کھڑے ہوئے اور اپنے باپ پر تلوار سونت لی اور کہنے لگے میں نے اللہ کے لئے اپنے اوپر عہد کر لیا ہے کہ میں اس تلوار کو میان میں نہیں رکھوں گا جب تک کہ تو یہ نہ کہہ دے کہ محمد ﷺ سب میں عزت والے ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ عبداللہ بن ابی نے کہا تیری خرابی ہو۔ محمد ﷺ بڑے باعزت اور میں بہت ذلیل ہوں۔ جب جان کائنات ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے بڑا تعجب فرمایا اور ان کو اس بات پر انہیں دعاؤں سے نوازا یا ان کی اس بات پر ان کا بڑا شکریہ ادا کیا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن العاص اور آداب محبت

روایت ہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت سعید العاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ اے سعید میں تمہیں دیکھتا ہوں گویا کہ تمہارے جی میں کچھ ہے۔ میرا خیال ہے تم گمان کرتے ہوگے کہ میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے؟ اگر میں اس کو قتل کرتا تو تمہاری طرف اس کے قتل کی عذرخواہی نہ کرتا لیکن میں نے تو اپنے ماموں عاص ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا ہے۔ مگر میں تمہارے باپ کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ وہ مٹی کرید رہا تھا جس طرح کہ بیل اپنے سینگ سے مٹی کریدتا ہے میں اس سے ہٹ گیا اور اس کے قتل کا ارادہ اس کے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک وار سے قتل کر دیا۔

☆ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جواب میں کہا کہ اگر آپ اسے قتل کر دیتے تو آپ حق پر ہوتے اور وہ تو باطل پر تھے ہی۔ حضرت عمر فاروق کو حضرت سعید کا یہ قول بہت پسند آیا۔

سیدہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور آداب محبت

اخرج ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۷۰ پر زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ابوسفیان بن حرب مدینہ طیبہ آئے تو رحمت دوجہاں ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ فتح مکہ کا ارادہ فرماتے رہے۔ ابوسفیان نے اس وقت تک اسلام قبول نہ کیا تھا۔ ابوسفیان نے آپ ﷺ سے اس بارے میں گفتگو کی کہ صلح حدیبیہ

کی معیاد کی مدت میں اضافہ فرما دیں جب حاکم کائنات ﷺ نے اس کو قبول نہ فرمایا تو یہ وہاں سے اٹھے اور اپنی بیٹی سیدہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ جب وہاں پہنچے اور محبوب کریم ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنا چاہا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس بستر کو فوراً لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا۔ اے میری بیٹی! کیا تو اس بستر کو مجھ پر ترجیح دیتی ہے یا مجھے اس بستر پر؟۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نہیں بلکہ اس بستر کو (ترجیح دیتی ہوں اس لئے کہ یہ راحت جاں ﷺ کا بستر ہے اور تم ایک پلید اور مشرک آدمی ہو۔ اس لئے میں اچھا نہیں سمجھتی کہ تم اس پاک بستر پر بیٹھو (ذکرابن اسحاق بالا اسناد کمافی البدایہ جلد ۴ صفحہ ۲۸)۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

ابن اسحاق نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ ہم آپ ﷺ کے لئے ایک جھونپڑا کیوں نہ بنا دیں تا کہ آپ ﷺ اس میں تشریف فرما ہوں اور آپ ﷺ کے لئے آپ ﷺ کی سواریوں کو تیار رکھیں پھر ہم دشمنوں سے لڑیں اگر اللہ کریم ہم کو عزت دے اور دشمنوں پر ہمیں کامیابی عطا فرمائے تو یہ وہ بات ہو گی کہ جس کو ہم پسند کرتے ہیں اور اگر کوئی دوسری بات ہوتی تو آپ ﷺ اپنی سواریوں پر بیٹھ کر ہمارے پیچھے ہماری قوم سے مل جایئے۔ آپ ﷺ کے پیچھے کے لوگ وہ ہیں کہ ہمیں آپ ﷺ سے اتنی محبت نہیں جتنی انہیں ہے اور اگر انہیں یہ گمان ہوتا کہ آپ ﷺ لڑائی میں جا رہے ہیں تو آپ ﷺ سے پیچھے نہ رہتے۔ اللہ کریم ان کے ذریعہ آپ ﷺ کی حفاظت فرمائے وہ آپ ﷺ کی خیر خواہی کریں گے اور آپ ﷺ کے ساتھ رہ کر جہاد کریں گے۔ محبوب کریم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اچھی تعریف فرمائی اور ان کو دعائے خیر سے نوازا۔ پھر انہوں نے رحمت کائنات ﷺ کے لئے ایک جھونپڑا تیار کیا جس میں آپ ﷺ تشریف فرما رہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور آداب محبت

فرماتے ہیں کہ ایک صحابی جان رحمت ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو دوست رکھتا ہوں یہاں تک کہ جب میں آپ ﷺ کو یاد کرتا ہوں اگر آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر دیکھ نہ لوں تو میرا گمان یہ ہے کہ میری جان نکل جائے گی۔ آپ ﷺ مجھ سے بیان فرمایئے اگر میں جنت میں داخل ہوا تو میرا مرتبہ آپ ﷺ کے مرتبہ سے نیچا ہو گا۔ یہ بات تو میرے اوپر شاق گزرے گی۔ میں تو چاہتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک ہی درجہ میں رہوں۔ محبوب کریم ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ اللہ کریم نے آیت نازل فرمائی۔ ''اور جو شخص اللہ اور رسول (ﷺ) کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں'' (سورۃ نساء رکوع ۹)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور آداب صحبت

فرماتے ہیں کہ ایک صحابی محبوب کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے۔ انہوں نے عرض کیا اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو جن کو دوست رکھتا ہے انہی کے ساتھ ہوگا۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کسی چیز سے ایسا خوش نہیں ہوئے جو محبوب کریم ﷺ کے اس فرمان سے کہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس کو تو دوست رکھتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کو اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دوست رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں اپنی اس محبت کی وجہ سے جو مجھے ان کے ساتھ ہے بروز قیامت ان کے ساتھ ہی رہوں گا۔

حضرت عبداللہ بن ذی البجادین رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

حضرت ادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات آیا کہ محبوب کریم ﷺ کی پہرہ داری کروں۔ پس اچانک میں نے سنا کہ ایک آدمی قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے کہ اس کی قرأت بہت بلند (اور عمدہ) تھی۔ جب (اس کی آواز سن کر) آپ ﷺ تشریف باہر لائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ تو بڑا ریاکار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ عبداللہ بن ذی البجادین ہے (یعنی اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ اس سے بخوبی واقف تھے)۔ جب ان کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا اور لوگ انہیں نہلا اور کفنا کر فارغ ہوئے اور ان کی نعش کو اٹھا کر لے چلے تو (آپ ﷺ بھی جنازے کے ساتھ چلے) اور محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ نرمی کرو' اللہ تعالیٰ نے ان پر نرمی کی ہے یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتے تھے۔ اس بات کا بظاہر کسی کو علم نہ تھا اور عام طور پر لوگ انہیں ریاکار ہی خیال کرتے تھے مگر نبی کریم ﷺ سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتے تھے۔ ان کی ریاکاری اگر ہو بھی تو وہ حب رسول ﷺ میں کمتر درجہ کی ثابت ہوئی کیونکہ آپ ﷺ ان کی قبر پر ہی تشریف لائے اور فرمایا۔ ان کے لئے قبر کو وسیع کرو۔ اللہ کریم نے ان پر وسعت کی ہے۔ آپ ﷺ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو ان کی وفات پر بڑا رنج ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد ہم لوگوں میں جب کوئی میت ہونے والی ہوتی تو ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے۔ آپ ﷺ کو اطلاع دیتے۔ آپ ﷺ تشریف لاتے اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرماتے۔ جب اس کی وفات ہو جاتی تو آپ ﷺ اور جو

لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے بعض اوقات واپس چلے جاتے ور بسا اوقات آپ ﷺ دفن تک تشریف فرما رہتے اور بہت ہی دفعہ آپ ﷺ کو دیر تک یہاں کھڑا رہنا پڑتا۔

جب ہم لوگوں کو یہ ڈر ہوا کہ آپ ﷺ پر اس بات سے بڑی مشقت ہوتی ہے تو بعض نے بعض سے کہا کہ اگر ہم اس وقت آپ ﷺ کو اطلاع دیں جب تک کسی کی وفات نہ ہو جائے اور وفات ہو چکنے کے بعد اطلاع دیں اس سے آپ ﷺ پر مشقت نہ ہوگی اور آپ ﷺ کو زیادہ دیر تک ٹھہرنا بھی نہیں پڑے گا۔
راوی کہتے ہیں چنانچہ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ لہذا ہم لوگ آپ ﷺ کو اطلاع تب دیتے وفات ہو جاتی پھر آپ ﷺ تشریف لاتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھتے اور اس کے لئے استغفار کرتے اور بسا اوقات آپ ﷺ اس وقت تشریف لے جاتے اور بسا اوقات آپ ﷺ دفن میت تک ٹھہرتے۔

ایک زمانہ تک ہم لوگ اسی حالت پر رہے پھر لوگوں نے کہا اگر ہم آپ ﷺ کو اطلاع نہ دیں اور جنازہ میں آنے کی زحمت بھی نہ دیں بلکہ جنازہ کو آپ ﷺ کے مکان تک لے چلیں اور آپ ﷺ کے پاس آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو بلوائیں اور آپ ﷺ اپنے گھر کے پاس ہی اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو یہ بات آپ ﷺ کے لئے زیادہ آرام دہ اور آسان ہوگی۔

راوی کہتے ہیں چنانچہ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ محمد بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے اس جگہ کا نام وضع الجنائز پڑھ گیا کیونکہ یہاں جنازے اٹھا کر لائے جاتے تھے۔ پھر تو لوگوں میں اپنے جنازوں کے لانے میں اور ان پر اس موضع میں نماز پڑھے جانے میں یہ آج تک جاری ہے۔ آپ نے غور فرمایا کہ یہ سب کچھ مسلمانوں نے خود ہی کیا اپنے آرام اور سکون کے لئے محبوب کریم ﷺ نے کوئی بھی حکم کسی کو نہیں دیا بلکہ تعظیماً ان مسلمانوں نے یہ سب کچھ کیا۔ کیونکہ کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں پیش آیا جس سے یہ معلوم ہوا ہو کہ آپ ﷺ نے کسی کے ساتھ جانے سے انکار کیا ہو یا کبھی ناگواری کا اظہار فرمایا ہو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

فرماتے ہیں کہ رحمت دوجہاں ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور ان کے ہاں ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ مکان کے نیچے والے حصہ میں تھے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ چھت پر تھے۔ جب رات ہوئی اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رات گزاری تو ذکر کیا کہ یہ ایسی چھت پر ہیں کہ اس سے نیچے ہیں اور یہ آپ ﷺ کے اور وحی کے درمیان حائل ہیں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ خطرے سے اس رات نہ سوئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی کروٹ لینے کے وجہ سے چھت سے مٹی نیچے گرے اور آپ ﷺ کو تکلیف ہو۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو علی الصبح محبوب کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آج ساری رات میں نے اور میری بیوی نے آنکھ بند نہیں کی۔
راحت جاں ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوایوب کس وجہ سے؟

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے یہ یاد آیا کہ میں ایسے گھر کی چھت پر ہوں کہ

آپ ﷺ مجھ سے نیچے ہیں اگر میں حرکت کروں گا (یعنی کروٹ لوں گا) تو آپ ﷺ پر ایسا نہ ہو کہ غبار گرے اور آپ ﷺ کو میری حرکت کی وجہ سے تکلیف ہو اور نیز یہ گمان بھی گزرا کہ کہیں میں آپ ﷺ کے اور وحی کے درمیان حائل تو نہیں۔ جان کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوایوب (رضی اللہ عنہ) اتم ایسا گمان مت کرو کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ بتادوں کہ جب تم انہیں دس دس مرتبہ صبح اور شام پڑھ لیا کرو تو ان کی وجہ سے تمہیں دس نیکیاں حاصل اور دس گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے اور ان کی وجہ سے دس درجات بلند ہوں اور تمہارے لئے روز قیامت دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہو تم کہہ لیا کرو لا الہ الا اللہ له الملك وله الحمد لا شريك له۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نہایت ہی انس لکھ تھے۔ مگر جب محبوب کریم ﷺ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور میں نے انہیں کبھی بلا وضو حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا۔

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ جب محبوب کریم ﷺ کا ذکر فرماتے یا ان کے پاس راحت جاں ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور محبوب کریم ﷺ کی تعظیم کے باعث وہ جھک جاتے۔ یہاں تک کہ ان کے ہم نشینوں پر گراں گزرتا۔ پس آپ سے ایک روز اس کا باعث دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا لو رایتم ما رایت لما الکرتم علی ماترون " جان رحمت ﷺ کی رفعت شان و عظمت مکان جو میں جانتا ہوں اگر تم اسے جانتے تو ہرگز اپنے دیکھے ہوئے پر انکار نہ کرتے"۔

☆ حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ جب محبوب کریم ﷺ کی کوئی حدیث مبارکہ بیان فرماتے تو پہلے وضو فرماتے پھر کپڑے وغیرہ پہن کر آراستہ ہوتے پھر حدیث شریف بیان فرماتے اور جب کوئی شخص دروازے پر آتا تو لونڈی بھیج کر دریافت فرماتے کہ تم کیوں آئے ہو کوئی حدیث پوچھنے آئے ہو یا مسائل فقہ؟ اگر وہ کہتا کہ مسائل فقہ پوچھنے آیا ہوں تو آپ اسی حالت میں باہر آ کر اس کو مسئلہ بتا دیتے اور اگر وہ کہتا کہ حدیث پوچھنے آیا ہوں تو آپ غسل خانہ میں جا کر غسل کرتے اور نئے کپڑے پہنتے، خوشبو لگاتے، عمامہ باندھتے، سبز چادر اوڑھتے اور ان کے واسطے مخصوص کرسی بچھائی جاتی جس پر آپ تشریف فرما ہوتے۔ اس کے بعد نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ حدیث شریف بیان فرماتے اور جب تک حدیث شریف بیان فرماتے خوشبو برابر سلگتی رہتی۔

☆ حضرت عبداللہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں امام مالک کی خدمت عالیہ میں حاضر

تھا اور آپ حدیث مبارکہ بیان فرما رہے تھے کہ آپ کو بچھو نے سولہ بار کاٹا۔ اس وجہ سے آپ کا رنگ زرد ہو گیا مگر آپ نے حدیث مبارکہ کا بیان کرنا نہ چھوڑا۔ جب آپ حدیث کا بیان ختم کر چکے اور لوگ چلے گئے تو میں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حدیث بیان کرنے کے دوران بچھو نے سولہ بار مجھے کاٹا اور میں نے حدیث شریف کی عظمت و جلال کے باعث صبر کیا۔

اللہ اللہ! ان پاکباز اور مقدس حضرات کے قلوب اطہر میں حضور نبی کریم ﷺ کا کیسا احترام اور کیسی بلند درجہ کی تعظیم جاگزین تھی کہ سولہ بار بچھو کاٹے اور وہ اف تک نہ کریں۔ جان بھلے چلی جائے مگر رسول کریم ﷺ کی توقیر میں مطلقاً فرق نہ آئے۔ اسی تعظیم نے ان کو اسلامی تاریخ میں اعلیٰ درجہ کا مقام بخشا۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

حدیث صحیح میں مروی ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی کے بال اس قدر دراز تھے کہ وہ بیٹھتے اور ان بالوں کو کھلا چھوڑ دیتے تو وہ بال زمین کو چھونے لگتے۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے ان بالوں کو اس قدر کیوں بڑھا رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس وجہ سے ان کو نہیں کٹواتا کہ ایک مرتبہ ان پر رحمت دوجہاں ﷺ کا دست اقدس لگا تھا۔ اس لئے میں نے تبرک کے طور پر ان بالوں کو بڑھا رکھا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

حدیث میں آیا ہے کہ سیف اللہ و سیف الرسول ﷺ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں محبوب کریم ﷺ کے چند موئے مبارک تبرکاً تھے۔ ایک جنگ میں آپ کے سر سے وہ ٹوپی گر گئی۔ آپ نے اس ٹوپی کے حصول کے واسطے بہت ہی شدید جنگ کی۔ یہاں تک کہ چند مسلمان بھی اس میں شہید ہو گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کو الزام دیا کہ ایک ٹوپی کی خاطر اس قدر جنگ کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ فعل محض ٹوپی کے حصول کے واسطے نہیں کیا بلکہ تمہیں معلوم نہیں کہ میری اس ٹوپی میں رحمت دوجہاں ﷺ کے موئے مبارک تھے۔ میں نے انہیں بطور اپنی حفاظت کے لئے اس ٹوپی میں رکھا ہوا ہے تاکہ وہ کسی طرح ضائع نہ ہو جائیں اور مجھ سے اس کی برکت نہ جاتی رہے۔

☆ محبوب کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم ویسی ہی کرنی واجب ہے جیسی کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں تھی۔ ویسی ہی تعظیم و تکریم وصال کے بعد بھی واجب الامر ہے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ عن ابی بکر الصدیق قال لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا و لا میتا "سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محبوب کریم ﷺ کے حضور میں آواز کو بلند نہیں کرنا چاہئے نہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں اور نہ ہی بعد از وصال"۔

☆ روی عن عائشه انها کانت تسمع صوت و تدبو تد والمسهار یغرب فی بعض الذور المتصلة بمسجد النبی صلی الله علیه وسلم افترسل الیهم لا تود وارسول الله علیه وسلم "سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اس کھونٹی کی

آواز جو مسجد نبوی کے ارد گرد گھروں میں گاڑی جاتی تھی اور اس میخ کی آواز جو ٹھونکی جاتی تھی سنتی تھی۔ انہوں نے گھر والوں کے پاس کہلوا دیا کہ محبوب کریم ﷺ کو اس طریقہ سے اذیت نہ دو"۔

☆ روی وما عمل علی مصراعی بابه بالمناصع الا توقیا الذلك وتاو بامعة۔ روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم نے اپنے دروازے کے کواڑ اس وعید سے بچنے کے لئے اور رحمت دو جہاں ﷺ کے پاس ادب کی خاطر کپڑے کے بنائے ہوئے تھے تاکہ کھلنے اور بند ہونے پر جو آوازیں بلند ہوتی ہیں ان کی وجہ سے محبوب کریم ﷺ کو اذیت نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی میں چلا کر بولنے پر تعزیری حکم

مسجد نبوی شریف میں بلند آواز میں بولنا بھی سختی کے ساتھ منع ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں بلند آواز سے بولنے والوں کو تنبیہ کی اور ڈانٹا۔ روایت ہے کہ عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبی رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فائتنی بهذ بن نجیت بهما قال من انتما اومن ابن اسماقا لا من اهل الطائف قال لو کنتما من اهل البلد وجعتکم ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم "صحیح بخاری میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک بار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری' دیکھا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے کر آؤ۔ جب ان دونوں کو میں آپ کے پاس لے گیا تو پوچھا۔ تو لوگ کون ہو یا کہاں سے آئے ہو۔ انہوں عرض کیا کہ ہم طائف کے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس شہر سے ہوتے تو میں تم کو ضرور اذیت پہنچاتا اور مارتا اس واسطے کہ تم مسجد نبوی (کے آداب سے ناواقف ہو اور) آوازیں بلند کرتے ہو"۔

اس روایت سے آپ کو معلوم ہو گا کہ باوجود اس امر کے کہ آپ امیر المومنین تھے مگر آپ نے بھی حضرت سائب رضی اللہ عنہ کو اونچی آواز میں نہیں پکارا بلکہ ایک کنکری مار کر متوجہ کیا اور اپنے عمل مبارک سے یہ ثابت کر دیا کہ مسجد نبوی میں کوئی شخص آواز بلند نہیں کر سکتا اور اگر کوئی کرتا بھی ہے تو وہ مستحق تعزیر سمجھا جاتا تھا اور سمجھا جاتا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ حضرت سائب رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے چنداں دور نہ تھے مگر فقط تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر انہیں اپنی طرف متوجہ فرمایا۔

یہ تمام تر ادب و تعظیم اسی وجہ سے تھی کہ راحت جاں ﷺ وہاں بحیات ابدی تشریف رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو نبی مسجد رسول اللہ ﷺ کہنے کی تو ضرورت بالکل نہ تھی۔ دوسری بات یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم اسی شہر کے ہوتے یعنی آپ کو معلوم تھا مدینہ طیبہ کے لوگوں کو اس مسجد کے آداب بخوبی معلوم تھے اور اگر بلحاظ صرف مسجد کا ہوتا تو اہل

طائف کو بھی معذور نہ خیال کیا جاتا کیونکہ یہ بات تو یقینی ہے کہ آخر وہاں بھی تو مساجد تھیں۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ابوجعفر کو مسجد نبوی میں بلند آواز سے بولنے پر ڈانٹ دیا۔ چنانچہ در منظم میں ابن حجر ہیثمی اور شفا میں قاضی عیاض نے بسند متصل روایت کی ہے کہ امیر المومنین ابوجعفر منصور نے جو خلفائے عباسیہ سے دوسرے خلیفہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی سلسلہ میں مباحثہ کیا۔ جس میں ان کی آواز کچھ بلند ہو گئی۔ اس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تادیب کی ہے۔ اس آیت شریفہ میں کہ یایها الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی "اے مسلمانو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو"۔ یعنی میرے حبیب کے دربار میں اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو اور ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو محبوب کریم ﷺ کے حضور اپنی آوازوں کو پست کیا کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ سورۃ حجرات رکوع ایک میں ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذین امتحن الله قلوبهم لتقوی لهم مغفرة واجر عظیم "جو لوگ دبی آواز سے بولا کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جانچ لیا ہے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لئے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے" اور مذمت فرمائی کہ اس قوم کی جو حجرہ سے باہر سے محبوب کریم ﷺ کو پکارتے تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ ان الذین ینادونك من ورآء الحجرات اکثرهم لا یعقلون "جو لوگ کہ آپ (ﷺ) کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر بے عقل لوگ ہیں اور اگر وہ صبر کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کی طرف از خود تشریف لاتے تو ان کے حق میں زیادہ بہتر تھا"۔ جان کائنات ﷺ کی حرمت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو قبل از وصال تھی۔ امیر المومنین یہ سنتے ہی خاموش اور قدیل ہو گئے اور پھر عرض کیا کہ اے ابوعبداللہ! آپ نے فرمایا کہ محبوب کریم ﷺ کی طرف سے منہ کیوں پھیرتے ہو۔ وہ تو وسیلہ ہیں آپ کے اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام کے بروز قیامت۔ آپ محبوب کریم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر شفاعت و سفارش طلب کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك فاستغفروا الله واستغفر الرسول لو جدوا الله "اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا تو آپ ﷺ کے پاس آ جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول ﷺ ان کے لئے معافی چاہتا تو ضرور وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے"۔

یہ بات یقینی ہے کہ جو لوگ مراتب تعظیم اور آداب رسالت کا لحاظ رکھتے ہیں وہی اس وعدے میں داخل و شامل ہیں۔ برخلاف اس کے وہ لوگ جو رحمت کائنات ﷺ کے حضور بے ادبی سے بولتے ہیں کیونکہ ان کے تو اس عمل سے نیک اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام مالک رحمۃ

اللہ علیہ نے مسجد نبوی میں بلند آواز سے بات کرنے کے باب میں ان آیات سے استدلال فرمایا۔ یاایھا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی اوران الذین ینادونک من ورآء الحجرات اور خلیفہ وقت نے پوچھا تک نہیں کہ فوق صوت النبی اور ینادونک کے معنی یہاں بھلا کیوں کر صادق آتے ہیں اور اگر اجتہاد کیا گیا تو اس کا طریقہ کیا ہے۔ پھر یہ بھی نہ تھا کہ خلیفہ موصوف کچھ جاہل تھا بلکہ وہ نہایت کامل العقل' جید عالم اور ادیب بھی تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ اس استدلال میں کس درجہ کی قوت تھی جس نے خلیفہ وقت کو عین مباحث میں بالکل ساکت کر دیا۔

لیکن فقیر محض یہ کہتا ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمانوں کو بھی شان مصطفیٰ ﷺ کا بخوبی علم ہوتا ہے اور پھر مسجد نبوی کے آداب کا علم خلیفہ وقت کو کیوں نہ ہوگا۔ جب خلیفہ وقت کو امام مالک رحمتہ اللہ نے تنبیہ فرمائی تو ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ واقعی میری اونچی آواز خلاف ادب ہے اور یہی ادب و تعظیم کی فضا آج بھی مسجد نبوی میں نظر آتی ہے۔ جو بھی خوش قسمت اصحاب مسجد نبوی کی زیارت سے شرف یاب ہو کر تشریف لائے ہیں وہ یہی تعظیم بتلاتے ہیں۔ دعا فرمایئے گا کہ یہ فقیر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زیارت روضۂ رسول کریم ﷺ سے فیض یاب ہو۔

☆ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ''جذب القلوب'' میں رقم فرماتے ہیں کہ اماک مالک رحمتہ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔ جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے روندوں جس پر محبوب کریم ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوئے ہیں۔ فی الحقیقت میں زمین پاک نہایت ہی واجب التعظیم ہے۔

میری التجا ہے دوستو! کبھی تم جو سوئے حرم چلو
تو بنا کے قدموں کو سر چلو! کہ یہ راستہ کوئی اور ہے

☆ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ منورہ کی سرزمین کو عدم طیب سے نسبت کرے اور اس کی ہوا کو ناخوش کہے وہ واجب التعزیر ہے اس کو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ صحیح کرلے۔

محمد از تو می خواہم خدارا
الٰہی از تو حب مصطفیٰ را

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور آداب محبت

امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ ''تنزیہ الانبیاء من تشبیہ الاغبیار'' میں امام سبکی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''ترشیح'' سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے بعض تصانیف میں وہ قصہ نقل کیا ہے جو کسی خاتون نے کچھ مال چرایا تھا اور محبوب کریم ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تھا اور کسی نے اس عورت کی سفارش کی پھر وہ حدیث نقل کی کہ محبوب کریم ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ اگر فلاں عورت (جو ایک شریفہ تھیں) بھی

چوری کرتیں تو ان کا بھی ہاتھ قطع کیا جاتا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ دیکھو کہ حدیث مبارکہ میں سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نام مصرح ہے اگر بعینہ حدیث پاک نقل فرماتے تو کوئی بے جا موقع بات نہ تھی۔ لیکن آپ نے از راہ کمال ادب صراحۃ نام مبارک کو ذکر نہ کیا۔ سبحان اللہ! کیا خوب ادب تھا محبوب کریم ﷺ کا۔ حالانکہ حدیث مبارکہ کے الفاظ کو بعینہ نقل کرنا از حد ضروری ہے اور وہ نام مبارک جو حدیث مبارکہ میں وارد ہے لفظ لو کے تحت میں ہے۔ جو علی سبیل فرض محال آتا ہے مگر بایں ہمہ چونکہ حدیث مبارکہ میں یہ نام مبارک تھا مقام توہین میں وارد تھا اس لئے ادب نے اجازت نہ دی کہ اس مبارک نام کو صراحۃ ذکر فرماتے گو حدیث شریف میں وارد ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت شریف کا ایک شعر ہے کہ۔

کون پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

مگر نعت خواں حضرات کمال ادب سے اس شعر کے دوسرے مصرے کو یوں پڑھتے ہیں کہ۔

تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

یہی ادب ہے یہی اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے کہ اعلیٰ حضرت تو خود کو کچھ بھی عشق مصطفیٰ ﷺ اور وارفتگی میں فرما سکتے ہیں مگر عام آدمی تو اعلیٰ حضرت کے مقام و مرتبہ تک نہیں پہنچ سکا۔ اس لئے ادب کا تقاضا بھی ہے کہ اس جگہ بھی لکھا اور پڑھا جائے کہ "تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں"۔ اس سے اعلیٰ حضرت کے شعر کا مفہوم بھی نہیں بدلتا اور پڑھنے والا بھی بے ادبی کا مرتکب نہیں ہوتا کیونکہ اب یہ نعتیہ اشعار تو اعلیٰ حضرت نہیں پڑھ رہے۔ اب اگر کوئی دوسرا یہ نعتیہ اشعار پڑھے گا تو ایک طرح سے یہ اعلیٰ حضرت کی شان میں نادانستگی میں بے ادبی ہو جائے گی۔

آپ ملاحظہ فرمائیں کہ جب اعلیٰ حضرت کی یہ تعظیم ہے تو آقا و مولا ﷺ کی تعظیم کا عالم کیا ہونا چاہئے۔ یہ عالم ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کے مطالعہ سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور نبی کریم ﷺ کے سچے جانثار، عشاق اور عظیم الشان محب تھے چونکہ ان کی تعلیم و تربیت معلم انسانیت ﷺ نے بذات خود فرمائی تھی چنانچہ اس امر کی مثال تاریخ عالم میں کہیں اور نہیں ملتی اور نہ ہی کوئی بھی اس بات کا تصور کر سکتا ہے کہ کفر اور شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والے غیر متمدن عرب اپنے وقت کی دو عظیم سپر پاور یعنی قیصر و کسریٰ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیں گے۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہو سکا جب اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے اندر ایسے اوصاف حمیدہ نے جنم لیا جو تا قیامت ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے۔ ان کی عام زندگیاں اور جہانبانی کے ہر میدان میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ یہ پاکباز ہستیاں حرب و ضرب، اخلاق و کردار میں عام معاملات اور مذہبی اعتقادات

میں، علم و بردباری میں، جرأت و عزیمت میں، ایثار و قربانی میں، عشق مصطفیٰ ﷺ و تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں محبت الٰہی میں، شجاعت و انصاف میں، کمزور کی دادرسی میں، غاصبوں سے مظلوموں کا حق دلانے میں، تقویٰ و پرہیزگاری میں، ایمان و اصابت رائے میں، علم و معرفت و برہان میں اور اپنے بعد آنے والے اہل اسلام کے لئے سرخیل اور راہنما ثابت ہوئیں۔ چنانچہ اہل اسلام کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ ان پاکیزہ ہستیوں کے اندر نقائص کو تلاش کریں یا بے ادبی کا مظاہرہ کریں۔

یہ مقدس ہستیاں دراصل پیکر وفائے مصطفیٰ ﷺ تھے۔ دین اسلام اور کلام اللہ شریف انہی پاکباز ہستیوں کے توسط سے آنے والی نسلوں تک پہنچا۔ ان پر انگشت نمائی سے دین متین میں خلل و نقائص واقع ہونے کا احتمال یقینی ہے۔ دین کی صداقت و حقانیت داؤ پر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے کہ ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی آپس میں رحمدل جب کہ دشمنوں کے مقابلے میں سخت ہیں'' تو اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے انہیں ساتھیوں کے بارے میں غلط روش اختیار کی جائے تو ایک طرح سے آیات قرآن کا انکار ہوگا۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں فقط اس لئے اپنا رویہ تعظیم والا رکھیں کیونکہ یہ ہمارے آقا و مولا ﷺ کے ساتھی تھے۔ ان لوگوں نے براہ راست رحمت دو عالم ﷺ سے اکتساب فیض حاصل کیا۔ ان جیسی سعادت پھر کسی کو حاصل نہ ہوئی۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ جن لوگوں کو محبوب کریم ﷺ خواب میں زیارت سے سرفراز فرماتے ہیں ان کا فخر اور انبساط بھی بہت بلند درجہ کا ہوتا ہے اور وہ لوگ والہانہ اس کا ذکر دیگر لوگوں سے کرتے دکھائی دیتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی ان لوگوں کو بہت ہی خوش قسمت تصور کرتے ہیں پھر ان لوگوں کا مقام کیا ہوگا جنہوں نے صبح شام محبوب کریم ﷺ کا دیدار کیا ہوگا اور آپ ﷺ سے باتیں کی ہوں گی۔ ان کی عظمت کا تو کوئی اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کمال ادب

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نظر اقدس میں اپنے محبوب حضور نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں اپنے اور پرائے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ جنگ بدر میں آپ نے اپنی تلوار سے گویا تاریخ رقم کردی۔ جب آپ کا سگا ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ اپنی شجاعت اور دلیری پر ناز کرتا ہوا میدان جنگ میں اترا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس وقت عاص بن ہشام کو صرف ایک مشرک ہی خیال فرمایا اپنا ماموں نہیں جانا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بذات خود پیش قدمی کر کے اس کو قتل کر دیا یعنی ایک بھانجے نے اپنے سگے ماموں کو اپنے آقا کی مخالفت کرنے والے سگے ماموں کے سر پر ایسی تلوار ماری حلق تک اترتی چلی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سگا ماموں محبوب کبریاء ﷺ کے مقابلے میں قطعاً کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ یعنی سب سے زیادہ قابل تعظیم و ادب ہستی اللہ کے بعد صرف محبوب کریم ﷺ ہیں۔

☆ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو محبوب کریم ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ جب محبوب کریم ﷺ

نے ناراض ہو کر ازواج مطہرات سے چند ایام کے لئے علیحدگی اختیار فرمائی تو آپ ﷺ نے ان دنوں اپنی رہائش بالا خانے میں اختیار کئے رکھی اور حضرت رباح رضی اللہ عنہ دروازے کے باہر بیٹھے رہتے تھے کہ کوئی بھی اندر نہ جا سکے۔ حضرت رباح رضی اللہ عنہ جان کائنات ﷺ کے غلام تھے۔ مگر غلام کی بھی یہ شان تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسی ہستی بھی ان سے اجازت طلب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اس غلام سے اجازت طلب کرنے میں باادب نظر آتے تھے اور ان کا ادب کیوں نہ ہوتا۔ آخر وہ غلام کن کے تھے۔ جان کائنات ﷺ کے کھجور کے تنے کے سہارے بالا خانے پر آتے جاتے۔ یہ بڑا دشوار مرحلہ۔

جب ان واقعات کا علم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ہوا تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ آپ فوری طور پر محبوب کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ وہاں آپ کو حضرت رباح رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ آپ نے حضرت رباح رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب فرمائی کہ میں محبوب کریم ﷺ سے مل سکتا ہوں مگر حضرت رباح نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ محبوب کریم ﷺ نے کسی کو بھی اجازت نہیں دی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دو تین مرتبہ اجازت طلب فرمائی اور آخری بار یوں گویا ہوئے۔ ''اے رباح رضی اللہ عنہ! میرے لئے محبوب کریم ﷺ سے اجازت طلب کرو۔ محبوب کریم کو شائد یہ خیال ہو کہ میں اپنی بیٹی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ واللہ! اگر آپ ﷺ مجھے اجازت دیں تو میں اپنی بیٹی کی خود گردن اتار دینے کے لئے تیار ہوں''۔ اس کے بعد آپ کو شرف ملاقات حاصل ہوا مگر ایسی تعظیم و ادب صرف اور صرف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہی حصہ تھا یعنی اپنی بیٹی سے محبت و الفت بھی حضور نبی کریم ﷺ کے بعد ہی تھی۔

جس وقت سیدنا فاروق اعظم بالا خانے پر تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ ایک کھردری چٹائی پر دراز ہیں جو کہ برگ خرمہ سے بنی ہوئی تھی۔ اس کے نشانات سرکار دو عالم ﷺ کے جسم اطہر پر نمایاں تھے۔ کیونکہ بدن مطہر پر صاف ایک مرتبہ ہی موجود تھا۔ سرہانے جو تکیہ رکھا ہوا تھا اس میں خرفہ کی چھال بھری ہوئی تھی۔ یعنی قطعی طور آرام دہ بستر نہ تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک کونے میں تھوڑے سے جو رکھے ہیں۔ یعنی یہ تھا محبوب کریم ﷺ کا کھانے کا انتظام جب کہ سر مبارک کی جانب ایک میخ پر تین کھالیں لٹک رہی تھیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔ محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے فاروق (رضی اللہ عنہ)! تم کیوں رو دیئے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں کیوں نہ روؤں۔ کھردری چٹائی کے نشان آپ ﷺ کے جسم اطہر پر نمایاں ہیں۔ آپ ﷺ کے خزانے میں جو کچھ ہے وہ صاف نظر آ رہا ہے۔ جب کہ قیصر و کسریٰ تو عیش و عشرت کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ ﷺ کے خزانے کا یہ حال ہے۔

رحمت دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)! کیا تم یہ نہیں پسند کرتے کہ آخرت ہمارے لئے اور دنیا ان کے لئے ہو۔ یہ الفاظ مستقبل کے عظیم الشان خلیفہ رسول ﷺ کے لئے کافی تھے۔ ان الفاظ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سکون بہم پہنچایا اور آپ ﷺ کی پریشانی خاص حد تک کم ہوگئی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے مالک دو جہاں ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ کیوں اپنی ازواج کے بارے میں متردد ہیں (حالانکہ انہی ازواج مطہرات میں فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کی صاحبزادی سیدہ حفصہ (رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں) اگر ان کو طلاق دے دی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے، جبرائیل ومیکائیل، یہ ناچیز، ابوبکر (رضی اللہ عنہما) اور تمام اہل اسلام آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کافی دیر تک بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جان کائنات ﷺ کے رخ انور پر تبسم چھا گیا۔ اس عالم میں دیکھا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خوشی دیدنی تھی۔ جان کائنات ﷺ نے فرمایا کہ ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی گئی۔ تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نیچے کھڑے ہوئے پریشان حال مسلمانوں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ رحمت دو جہاں ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی ہے۔ اہل اسلام نے فرط جذبات سے مغلوب ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور مدینہ طیبہ کی فضا جو کچھ ہی دیر پہلے ازحد سوگوار تھی۔ اب خوشگوار ہوگئی۔

☆ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بھائی زید کے پوتے کا نام محمد تھا۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ کسی نے ان کو اسی نام سے پکارا۔ آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ تڑپ گئے۔ فوری طور پر ان کو اپنے پاس بلایا۔ بھلا عاشق صادق کو اس نام کی توہین کس طرح گوارا تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے نام کی وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کے اسم پاک کی بے حرمتی ہورہی ہے۔ چنانچہ تمہارہ نام آج سے عبدالرحمٰن ہے۔ حیات نبوی ﷺ میں تو ایک عظیم الشان ادب تھا ہی مگر بعد از وصال یہ تعظیم کا انداز تاریخ عالم میں دکھائی نہیں دے گا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو دوڑایا کہ آپ کے جس بیٹے کا نام محمد ہے اس کو بدل دیا جائے۔ آپ کے ایک بیٹے کا نام محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ خود امیر المومنین کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا امیر المومنین! میرا نام محبوب کریم ﷺ کا تجویز کردہ ہے۔ یہ سن کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سر فرط عقیدت سے جھک گیا۔ آپ کچھ دیر تک ان کی قسمت پر رشک فرماتے رہے کہ یہ کس قدر خوش قسمت ہے کہ اس کا نام مالک کائنات ﷺ نے خود تجویز فرمایا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو پھر جاؤ۔ محبوب کریم ﷺ کا تجویز کردہ نام بھلا میں کیسے تبدیل کرسکتا ہوں

اسی طرح ایک اور بھی روایت بہت معروف ہے کہ جب ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حجر اسود کو چومنے سے قبل فرمایا۔ اے حجر اسود میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، میں کبھی تجھے نہ چومتا اگر میں نے محبوب کریم ﷺ کو چومتے نہ دیکھا ہوتا"۔

حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

آپ کا لقب اطہر منجانب رسول کریم ﷺ امین الامت تھا آپ کی نبی کریم ﷺ سے محبت و الفت دیوانگی کی حد تک تھی۔ آپ ہر وقت محبت و عشق و تعظیم رسول کریم ﷺ میں ہی سرشار دکھائی دیتے تھے۔ آپ ہر وقت رحمت دو جہاں ﷺ کی خدمت کے لئے سبقت لانے کے منتظر رہا کرتے تھے۔ غزوہ احد میں جب عتبہ بن ابی الوقاص کے حملے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے رخسار مبارک میں خود کی دو کڑیاں کھب گئیں تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محبوب کریم ﷺ کی طرف لپکے کہ ان کڑیوں کو جلدی سے نکالیں۔ دوسری جانب سے امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیزی سے جان کائنات ﷺ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر دیگر صحابہ کرام رک گئے۔ سیدنا ابو عبیدہ جراح رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! میں آپ سے اللہ کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے رسول کریم ﷺ کے رخسار اطہر کی کڑیاں نکالنے دیجئے۔ آپ نے کمال ایثار کا مظاہرہ کیا اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی یہ سعادت حاصل کرنے کا موقع دیا۔ سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے یہ کڑیاں جس عظیم الشان جذبہ سے نکالیں وہ بھی ایک عظیم بات ہے۔ آپ نے ان کڑیوں کو کسی اوزار سے نہیں نکالا بلکہ اپنے دانتوں سے ان کو نکالنے کی کوشش کی۔ آپ بہت خوبصورت چہرے کے انسان تھے مگر آج موقع ایسا تھا کہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنے خوبصورت چہرے کا نہیں بلکہ محبوب کریم ﷺ کی بڑھتی ہوئی تکلیف کا تھا۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کڑیوں کو یوں نکالا کہ جب ایک کڑی باہر نکلی تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا ایک دانت جڑ سے ٹوٹ گیا مگر آپ نے کسی قسم کا تاسف یا تکلیف کا احساس نہیں کیا بلکہ دوسری کڑی نکالنے لگے۔ اس طرح آپ نے چاروں کڑیوں کو نکال دیا اور اپنے چاروں سامنے کے دانت آقائے نامدار ﷺ پر قربان کر دیئے۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اپنی خوبصورتی اور وجاہت کے لحاظ سے مشہور تھے۔ مگر سامنے کے چاروں دانت ٹوٹ جانے کی وجہ سے آپ کے چہرہ مبارک پر اب پہلے جیسی خوبصورتی نہ رہی لیکن سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی قطعی پرواہ نہ کی۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

ایک روز جان کائنات ﷺ کے دیدار کے لئے پورے شہر میں بیتابانہ گھوم رہے تھے کہ ان کو معلوم ہوا کہ آقائے نامدار ﷺ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاں مع اصحاب رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں۔ آپ اس گھر میں چلے گئے۔ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہاں تشریف فرما تھے۔ دیکھا تو پورا کمرہ بھرا ہوا تھا۔ ان سب میں نمایاں محبوب کریم ﷺ کی ذات اقدس تھی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بھی سلام کر کے دروازے کے باہر بیٹھ گئے اور آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگے کیونکہ یہ بھی تو عبادت سے کم نہیں تھا۔

محبوب دو جہاں ﷺ نے جب دیکھا کہ ایک غلام کمرے میں جگہ نہ ہونے کے باعث دروازے کے

باہر ہی ننگی زمین پر بیٹھ گیا ہے تو از راہ شفقت آپ ﷺ کی طرف اپنی چادر مبارک ایک صحابی کے ذریعہ پہنچائی اور فرمایا کہ اس چادر کو زمین پر بچھا کر بیٹھ جاؤ۔ ارشاد ربانی تو یہ ہے جو حکم تم کو محبوب کریم ﷺ دیں اس کی اطاعت کرو اور جس امر سے منع فرمادیں اس سے باز رہو۔ اس حکم کے مطابق تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ چادر زمین پر بچھا کر بیٹھ جانا چاہئے تھا مگر جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ عاشقوں کے اپنے ہی انداز و اصول ہوا کرتے ہیں۔ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بھی عاشق صادق تھے۔ بھلا آقا کی مقدس چادر پر کس طرح بیٹھ سکتے تھے۔ جن کے لئے آپ کے رخ انور کا ایک نظارہ ہی ساری دنیا کی نعمتوں سے افضل تھا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی قسمت پر وہاں موجود ہر صحابی اس وقت رشک کر رہا تھا کہ کیا قسمت پائی ہے کہ غلام کو بیٹھنے کے لئے آقا نے اپنی مقدس چادر عطا فرمائی ہے۔ چشم فلک نے اس سے پہلے اور اس کے بعد نہ تو ایسا آقا دیکھا اور نہ ایسے غلام ہی دیکھے اور نہ دیکھے گا۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اس چادر کو والہانہ انداز میں پکڑا' سینے سے لگایا اور آنسوؤں سے تر آنکھوں سے لگائے ہوئے اور چومتے ہوئے یہ کہہ کر واپس کر دی۔ یارسول اللہ ﷺ! میں اس مقدس چادر پر بیٹھنے کی جرأت کبھی نہیں کر سکتا۔ یہ تھی تعظیم ایک غلام کی اپنے آقا کے لئے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اس بات کو شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ اگر ہمیں یہ چادر عطا ہوتی تو شاید یہ عمل ہم نہ کر سکتے۔ مگر دیکھنے میں یہ آیا کہ ہر صحابی اپنی جگہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے لئے اپنی مثال آپ تھے۔ ہر ایک کا اپنا ہی انداز تھا۔ ان سب کو کسی سے کوئی انعام تو نہیں لینا تھا۔ وہ تو بس تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہمیشہ نت نئے انداز ہی تلاش کرتے رہتے تھے۔

حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ اور آداب محبت

جان کائنات ﷺ کے رخسار مبارک میں جب غزوہ احد میں خود کی کڑیاں کھب گئیں تو ان کو نکالے جانے کے عمل میں خون بہہ نکلا حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اپنے دانتوں سے یہ کڑیاں نکال رہے تھے۔ جب خون نکلا تو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رخسار مبارک سے نکلنے والا خون پی لیا۔ ایک قطرہ خون بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔ آپ کا یہ عمل دیکھ کر دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم نے ان سے کہا کہ تم محبوب کریم ﷺ کا خون پیتے ہو تو آپ ﷺ نے فخریہ انداز میں جواب دیا۔ ہاں رسول کریم ﷺ کا خون مبارک میں مقدس مشروب کی طرح پیتا ہوں۔ اس موقع پر رحمت دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس کسی نے ایسے شخص کو دیکھنا ہو جس کا خون میرے خون سے آمیز ہو تو مالک بن سنان کو دیکھ لو۔ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا یہ عمل فقط تعظیم محمد ﷺ کی وجہ سے تھا کہ آقا کے خون کا کوئی قطرہ زمین پر نہ گر جائے جو اصحاب باصفا محبوب کریم ﷺ کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے۔ وہ بھلا آپ ﷺ کے خون اطہر کو کیسے زمین پر گرنے دیتے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کی کیونکہ اس نظر سے جمال مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کیا کرتے تھے۔ ولم یقع نظر علی رضی اللہ تعالی عنہ الی عورتہ

حذرا من ان یرا ھا بالعین التی برای بھا جمال رسول اللہ ﷺ۔

☆ سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جب سے رحمت کائنات سید دو عالم ﷺ کے ہاتھ مبارک پہ بیعت کی کبھی دائیاں ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہ لگایا کیونکہ یہ ہاتھ نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کے ساتھ لگ چکا ہے اور یہ سب براہ ادب تھا۔

☆ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ جب کبھی محبوب کریم ﷺ کا ذکر پاک کرتے یا آپ کے پاس ذکر کیا جاتا تو آپ کا رنگ مبارک بدل جاتا اور آپ (امام مالک) جھک جاتے۔ ایک دن کسی نے پوچھ لیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو فرمایا۔ لو رایتم ما رایت لما انکرتم ''جو میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھ لو تو تم کبھی انکار نہ کرو'' (شفا قاضی عیاض)۔

☆ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں جب بھی کبھی رحمۃ للعالمین ﷺ کا ذکر پاک ہوتا تو آپ کا رنگ مبارک زرد ہو جاتا نیز سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی بے وضو حدیث پاک بیان نہ کی (شفا شریف)۔

☆ سیدنا عبدالرحمٰن بن قاسم رضی اللہ عنہ جب کبھی جان جہاں رحمت کائنات ﷺ کا ذکر پاک کرتے تو یوں معلوم ہوتا گویا آپ کے جسم سے خون نچوڑ لیا گیا ہے (شفا شریف)۔

☆ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ جب کبھی محدث ابن حازم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آتے اور حضرت ابن حازم حدیث پاک بیان کر رہے ہوتے تو اگر بیٹھنے کی جگہ نہ ہوتی امام مالک قدس سرہ آگے گذر جاتے پوچھنے پر فرماتے چونکہ بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی اور میں کھڑے کھڑے حدیث پاک سننا پسند نہیں کرتا اس لئے گزر جاتا ہوں (شفا شریف)۔

☆ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جب کوئی آتا تو آپ خادمہ کو بھیجتے جاؤ پوچھو کوئی مسئلہ پوچھنا ہے یا حدیث پاک سننا ہے۔ اگر آنے والا کہتا کہ میں مسائل پوچھنے آیا ہوں تو آپ باہر تشریف لاتے اور مسائل بتا دیتے اور اگر آنے والا کہتا کہ میں حدیث پاک سننے آیا ہوں تو آپ غسل کرتے خوشبو لگاتے لباس تبدیل کرتے' جبہ پہنتے' عمامہ باندھتے پھر باہر تشریف لاتے اور آپ کے لئے تخت بچھایا جاتا' آپ اس پر بیٹھ کر حدیث پاک بیان کرتے اور جب تک حدیث پاک بیان کرتے رہتے اگربتی سلگتی رہتی اور اس تخت پر آپ حدیث پاک بیان کرنے کے سوا کبھی نہ بیٹھتے اور جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ آپ یہ اتنا اہتمام کیوں کرتے ہیں تو فرماتے یہ سب حدیث پاک کی تعظیم کے لئے ہے (شفا شریف)۔

☆ حضرت ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ایک دن میں سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ وادی عقیق کی طرف جا رہا تھا تو میں نے چلتے ہوئے ایک حدیث پاک پوچھی تو آپ نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا میں تو تجھے بڑا باادب جانتا تھا۔ لیکن تو نے چلتے چلتے حدیث پاک پوچھی ہے (ایسا ہرگز نہیں ہونا

 آداب محبت

چاہیے)(شفا شریف)۔

☆ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے قاضی جریر نے کھڑے کھڑے حدیث پاک کے متعلق سوال کیا تو سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اسے قید کر دیا جائے۔ عرض کیا گیا حضور یہ تو قاضی صاحب ہیں یہ سن کر فرمایا اسی لئے تو قید کرنے کا حکم دیا ہے کہ قاضی ہو کر اس نے ادب کیوں نہیں کیا۔ اس نے کیوں کھڑے کھڑے محبوب کریم ﷺ کی حدیث پاک کے متعلق سوال کیا ہے (شفا شریف)۔

☆ ہشام بن فازی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے کھڑے کھڑے حدیث پاک پوچھی تو آپ نے اسے بیس درے لگائے اور پھر بعد میں اس پر شفقت فرمائی اور اسے (ادب و تعظیم کے ساتھ) بیس احادیث مبارکہ سنائیں۔ احادیث مبارکہ سن کر ہشام مذکور نے کہا کاش کہ امام مالک مجھے زیادہ درے لگاتے اور زیادہ احادیث مبارکہ سناتے (شفا شریف)۔

☆ سیدنا خالد بن ولید صحابی رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں رحمت کائنات ﷺ کے بال مبارک سلے ہوئے تھے۔ جنگ کے دوران جب کہ آپ سپہ سالار تھے' گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اسی دوران آپ کی وہ ٹوپی گر گئی۔ آپ نے سخت کوشش کی اور ٹوپی تلاش کر کے اس کو اٹھایا اتنے میں کافی جانثار اسلام شہید ہو گئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد بعض حضرات نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا آپ کے ایسا کرنے سے کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے صرف ٹوپی کی خاطر ایسا نہیں کیا بلکہ ان موئے مبارکہ کی خاطر کیا ہے جو اس ٹوپی میں سلے ہوئے تھے (شفا شریف' عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری' نسیم الریاض)۔

☆ حضرت خداش رضی اللہ عنہ نے ایک دن محبوب کریم ﷺ کو ایک پیالہ میں کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے وہ پیالہ بطور تبرک لے لیا اور جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت خداش کے گھر تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے اور اس میں آب زمزم ڈال کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھڑک لیتے (اصابہ/سیرت رسول عربی)۔

☆ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں سید الکونین ﷺ نے بارہا پانی پیا تھا وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد بطور وراثت کسی کو ملا پھر کسی محبت والے نے وہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم دے کر خرید لیا کیونکہ اس پیالہ کو راحت جاں ﷺ کے ہونٹ مبارک لگے ہوئے ہیں (شرح شمائل بحوالہ سیرت رسول عربی)۔

☆ جب عربی شاعر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور قصیدہ بانت سعاد سید العالمین ﷺ کی خدمت میں پڑھا اور جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا۔

ان الرسول لنور یستفاد بہ

مھند من سیوف اللہ مسلول

تو دانائی امت ﷺ نے اپنی چادر مبارک حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دس ہزار درہم دے کر وہ چادر مبارک خریدنا چاہی تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں یہ چادر مبارک کسی کو نہ دوں گا پھر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے وارثوں سے بیس ہزار درہم دے کر خرید لی (شرح قصیدہ بانت سعاد بحوالہ سیرت رسول عربی)۔

☆ جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش صحابی رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو جان جہاں ﷺ نے ان کو کھجور کی ایک ٹہنی پکڑائی اور وہ تلوار بن گئی وہ تلوار حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خاندان میں رہی اور ان کے وارثوں سے بغا ترکی نے دوسو دینار دے کر خرید لی (زرقانی شرح مواہب لدنیہ بحوالہ سیرت رسول عربی)۔

☆ حضرت اسد بن زرارہ صحابی رضی اللہ عنہ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے خدمت میں ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی جس پر محبوب کائنات ﷺ آرام فرمایا کرتے تھے وہ چارپائی تبرکاً منتقل ہوتی آئی پھر وہ چارپائی عبداللہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم دے کر خرید لی (زرقانی بحوالہ سیرت رسول عربی)۔

☆ غازی احمد بن فضلویہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا کہ رحمت دو عالم ﷺ نے کمان ہاتھ میں لی تھی تو اس دن سے غازی احمد بن فضلویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کی وجہ سے کبھی کمان کو بے وضو ہاتھ نہیں لگایا۔

مندرجہ بالا واقعات سارے کے سارے ادب کا کرشمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ادب کرنے کی توفیق عطا کرے آمین۔

☆ سلطنت عثمانی یعنی ترکی حکومت نے جب مسجد نبوی کی تعمیر کا منصوبہ بنایا تو اسلامی ممالک سے کچھ خاندان منگائے گئے اور ان کے لئے قسطنطنیہ کے پہلو میں ایک شہر آباد کیا وہاں ان کو ٹھہرایا اور ترکی حکومت نے ان سب خاندانوں کا خرچہ اپنے ذمہ لے کر اور ان خاندانوں سے ایک ایک بچہ لے کر ان کو قرآن مجید حفظ کرایا ان کو تعمیر کے فنون سکھائے اور یوں پچیس سال تک عثمانی حکومت نے ان پانچ سو خاندانوں کا سارا خرچہ برداشت کیا پھر جب پچیس سال کے بعد وہ نوجوان فن تعمیر کے ماہر عالم فاضل اور قرآن پاک کے حافظ بن گئے تو ان کو مسجد نبوی شریف کی تعمیر کی خدمت میں لگا دیا اور پھر مدینہ منورہ سے باہر دور ایک سنگ تراشی کا کارخانہ لگایا گیا تا کہ سنگ تراشی کرتے وقت نبی اکرم جان جہاں ﷺ کو آہٹ سے تکلیف نہ ہو اور ان حافظ نوجوانوں کو حکم جاری کیا کہ پتھر تیار کر کے مسجد شریف میں لے جاؤ وہاں وہ پتھر جوڑ کر ستون بنایا جائے اگر دونوں پتھروں میں معمولی سا فرق ہو تو کپڑے کا موٹا سا تھوبا کر لکڑی کے ہتھوڑے کے ساتھ چوٹ اس انداز سے لگاؤ کہ آواز پیدا نہ ہو۔ اگر وہ پتھروں میں زیادہ فرق ہو تو ان کو واپس کارخانہ میں لا کر درست کیا جائے۔ رحمت

دو جہاں ﷺ کے روضہ مقدسہ کے قریب پتھروں کو رگڑنے کی اجازت نہیں اور یہ سب احکام اس لئے دیئے گئے تھے تاکہ محبوب کریم ﷺ کو تکلیف نہ پہنچے۔ نیز ان معماران مسجد نبوی شریف کو حکم تھا کہ یہ سارے کام باوضو کئے جائیں اور کام کرتے وقت تلاوت قرآن مجید جاری رکھیں اور ان نوجوانوں نے پندرہ برس میں مسجد نبوی شریف مکمل کر لی نیز حکومت عثمانی نے وہ پتھر وہ شیشے جو مسجد نبوی شریف میں استعمال ہوئے عام پہاڑوں سے نہیں لئے۔

☆ حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کی زیارت کر کے واپس آئے تو تمام راستے میں خواجہ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کی طرف پیٹھ نہ کرتے (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۵۸)۔ مزید تفصیل ہماری کتاب ''آداب مرشد اور آداب محبت'' جلد۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

انعامات محبت

☆ رونق المجالس، القول البدیع، سعادۃ الدارین میں ہے کہ بلخ شہر میں ایک تاجر تھا جو کہ صاحب ثروت مالدار تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے اور اس کی خوش نصیبی کہ اس تاجر کے پاس رحمت کائنات سید دو عالم ﷺ کے تین بال مبارک تھے جب وہ تاجر فوت ہوا تو اس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائیداد آدھی آدھی لے لی اور جب موئے مبارک کی تقسیم کی باری آئی تو ایک بال مبارک بڑے بھائی نے لے لیا ایک چھوٹے کو دیدیا۔ تیسرے بال مبارک کے متعلق بڑے بھائی نے کہا ہم اس کو آدھا آدھا کر کے لے لیتے ہیں۔ یہ سن کر چھوٹے بھائی نے جو کہ بڑا ہی خوش عقیدہ خوش نصیب اور ادب میں رنگا ہوا تھا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم میں ہرگز اس بال مبارک کو توڑنے نہیں دوں گا کیونکہ جان کائنات ﷺ کی شان عظیم اس سے بالاتر ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کو توڑا جائے اور جب بڑے بھائی نے چھوٹے کی عقیدت دیکھی تو اس نے کہا یوں کریں یہ تینوں بال مبارک تو لے لے اور باپ کی باقی ساری جائیداد مجھے دے دے۔ یہ سن کر چھوٹا بھائی جو کہ خوش بخت اور خوش نصیب تھا۔ اس نے کہا مجھے اور کیا چاہئے اور اس نے دنیا فانی کی ساری دولت (جائیداد) بڑے بھائی کو دے دی اور ابدی دولت یعنی تینوں بال مبارک خود لے لئے۔ پھر ان موئے مبارکہ کو ایک محفوظ جگہ میں ادب کے ساتھ رکھ دیا اور جب بھی شوق آتا موئے مبارکہ کی زیارت کرتا اور سامنے کھڑا ہو کر درود پاک پڑھتا۔ پھر اللہ تعالیٰ بے نیاز کے دربار ایسی غیرت آئی کہ بڑے بھائی کا سارا مال ساری دولت چند دنوں میں ختم ہو گئی اور وہ کنگال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹے بھائی کو موئے مبارک کی برکت سے دنیا کا مال بھی کثرت سے دیا اور جب وہ چھوٹا بھائی فوت ہوا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ شاہ کونین رحمت کائنات ﷺ تشریف فرما ہیں اور اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا تو لوگوں میں اعلان کر دے کہ جس کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو وہ اس (چھوٹے بھائی) کی

قبر پر آئے اور یہاں آ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے چنانچہ اس اعلان کے بعد لوگ قصد کر کے اس کی قبر پر آتے اور پھر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ جو کوئی اس قبر کے علاقہ میں آتا سواری سے اتر کر پیدل چلتا۔

نوٹ: یہ سارے انعامات موئے مبارک کا ادب کرنے کی وجہ سے عطا ہوئے۔ مزید تفصیل ہماری کتاب ''گیسوئے محبوب ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ امام الاولیاء سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں تحریر فرمایا کہ حضرت خواجہ مہدی سیاری رحمۃ اللہ علیہ شہر مرد کے کھاتے پیتے اور خوشحال گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ باپ کے فوت ہونے پر آپ کو وراثت میں بہت زیادہ دولت ملی۔ پھر آپ کو پتہ چلا کہ فلاں شخص کے پاس رحمت دو عالم ﷺ کے دو بال مبارک ہیں۔ آپ نے وہ دونوں بال مبارک دنیا کی دولت دے کر خرید لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان موئے مبارکہ کی برکت سے مہدی سیاری کو توبہ کی توفیق عطا کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنا لیا پھر آپ نے حضرت خواجہ ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کر لی اور ان کی خدمت میں رہ کر وہ مقام پایا کہ اولیاء کرام کے ایک گروہ کے امام بن گئے پھر جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ یہ دونوں بال مبارک میرے منہ میں رکھ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ دونوں بال مبارک ان کے منہ میں رکھ دیئے گئے اب ان کا مزار مرو میں مشہور ہے۔ وامروز گوراو بمروظاہر است مردمار بحاجت خواستن انجاروند و مہمان از انجاطلبند ومجرب اسند یعنی حضرت خواجہ مہدی سیاری کی قبر مبارک مرو میں مشہور ہے اور لوگ اپنی حاجتیں لے کر ان کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں سے اپنی حاجتیں پاتے ہیں یہ مجرب ہے (کشف المحجوب)۔

محترم قارئین کرام! یہ ساری بہاریں ادب کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی باادب رکھے آمین۔

☆ ابو سعید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم بغداد کے دینی مدرسہ نظامیہ میں علم دین پڑھتے تھے۔ ان ایام میں ایک غوث سید یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف میں وارد ہوئے۔ وہ جب چاہتے ظاہر ہو جاتے اور جب چاہتے غائب ہو جاتے۔ ایک دن میں اور ابن سقا اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت نوجوان تھے ہم تینوں اس غوث کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ابن سقا نے کہا میں تو اس غرض سے غوث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا رہا ہوں تا کہ اس سے ایسا سوال کروں جس کا وہ جواب نہ دے سکے گا۔ اس کے بعد میں بولا کہ میں سوال کروں گا اور دیکھوں گا کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بولے اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں غوث رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی سوال کروں (ہرگز کوئی سوال نہیں کروں گا)۔ میں تو ان کی خدمت میں زیارت کے لئے جا رہا ہوں۔ الغرض ہم تینوں وہاں پہنچے تو ایک گھڑی کے بعد ہمیں غوث رحمۃ

اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی تو وقت کے غوث رحمتہ اللہ علیہ نے ابن سقا کی طرف جلال کی نظر سے دیکھا اور فرمایا۔ اے ابن سقا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے سوال کرنے آیا ہے کہ میں اس کا جواب نہ دے سکوں گا۔ اے ابن سقا تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ اے ابن سقا سن لے میں دیکھ رہا ہوں کہ کفر کی آگ تجھ پر بھڑک رہی ہے۔ اس کے بعد وقت کے غوث رحمتہ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ اے عبداللہ تو بھی مجھ سے ایک سوال کرنے آیا ہے تاکہ تو دیکھے میں کیا جواب دیتا ہوں' لے تیرا یہ سوال ہے اور یہ اس کا جواب ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا تیرے کانوں تک چڑھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس غوث زماں رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کی طرف نظر کی اور ان کو اپنے قریب کر لیا پھر عزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا۔ اے صاحبزادے' اے عبدالقادر (رحمتہ اللہ علیہ) تو نے حسن ادب سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کو راضی کر لیا ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بغداد میں منبر پر چڑھ کر بھرپور مجمع میں وعظ کریں گے اور یوں فرمائیں گے میرا یہ قدم جملہ اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے زمانہ میں تمام اولیاء کرام نے تیرے جلال کی وجہ سے اپنی گردنوں کو جھکا لیا ہے۔ اس کے بعد وہ غوث زماں غائب ہو گئے۔ پھر شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ پر اس غوث کے کہنے کے موافق آثار قرب خداوندی ظاہر ہوئے اور ہر خاص و عام نے آپ کی ولایت پر اتفاق کیا اور آپ نے حسب ارشاد فرمایا۔ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور اولیائے کرام نے آپ کے لئے اس کا اعتراف (اقرار) کیا اور

ابن سقا کا قصہ یہ ہوا کہ وہ علوم شرعیہ (دینی علم حاصل کرنے میں) مشغول رہا یہاں تک کہ کمال حاصل کر لیا اور بہت سے اہل زمانہ پر فوقیت لے گیا اور تمام علوم میں نیز فن مناظرہ میں مشہور ہو گیا۔ زبان کے اعتبار سے بڑا فصیح' شکل کے اعتبار سے بڑا حسین لہذا بادشاہ نے اسے اپنا مقرب بنا لیا اور پھر قاصد (سفیر) بنا کر شام و روم کی طرف بھیجا۔ رومی بادشاہ نے ابن سقا کو صاحب فنون اور فصیح پایا تو بہت حیران ہوا پھر عیسائی مذہب کے علماء کو ابن سقا کے ساتھ مناظرہ کے لئے بلایا تو ابن سقا نے سب علماء کو لاجواب کر دیا اور عیسائی علماء ہار گئے۔ اس کامیابی سے شاہ روم کے نزدیک ابن سقا کی عظمت بڑھ گئی اور یہی کامیابی ابن سقا کے لئے فتنہ کا سبب بنی۔ زاں بعد ایک دن ابن سقا کی رومی بادشاہ کی شہزادی پر نظر پڑ گئی اور وہ اس شہزادی پر فریفتہ ہو گیا پھر بادشاہ سے شہزادی کے رشتہ کی درخواست کر دی۔ شاہ روم نے کہا صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ تو بھی عیسائی مذہب قبول کر لے۔ اس پر ابن سقا نے اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی مذہب قبول کر لیا تو شاہ روم نے اپنی بیٹی کا نکاح ابن سقا سے کر دیا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد ابن سقا بیمار ہو گیا اور ایسا بیمار ہوا کہ اسے کوئی پوچھتا نہ تھا۔ لوگوں نے اسے ایک کوچہ میں ڈال دیا اور وہ گذر اوقات کے لئے در بدر بھیک مانگا کرتا تھا اور اس کو کوئی منہ نہ لگاتا۔ ابن سقا کو حد درجہ کی پریشانی اور روسیاہی پیش آئی۔ ایک دن اس کے دوستوں میں سے کسی کا اس پر گزر ہوا تو اس نے ابن سقا سے پوچھا کیا حال ہے؟ یہ

سن کر ابن سقا نے جواب دیا یہ ایک فتنہ ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے۔اس دوست نے ابن سقا سے پوچھا تجھے قرآن پاک سے بھی کچھ یاد رہ گیا ہے یا نہیں۔ابن سقا نے کہا ایک آیت یاد رہ گئی ہے اور وہ یہ ہے۔ ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین ۔اس دوست کا بیان ہے پھر ایک دن میں اس کی طرف گیا اور ابن سقا کو دیکھا اور اتنا سیاہ ہو چکا ہے جیسے جلا ہوا کوئلہ ہوتا ہے اور وہ نزع یعنی جانکنی کی حالت میں تھا۔ میں نے اس کی قبلہ کی طرف کروٹ بدلی تو وہ پھر مشرق کی طرف پھر گیا حتیٰ کہ اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی۔ابن سقا اس غوث کی بات یاد کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا میں اسی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوا ہوں۔

عبداللہ بن عصرون نے کہا میرا قصہ یوں ہوا کہ میں دینی علوم پڑھ کر فارغ ہوا اور میں دمشق آ گیا تو سلطان نورالدین شہید نے مجھے بلا کر اوقاف کا محکمہ میرے سپرد کر دیا اور میں اوقاف کا متولی بن گیا تو دنیا مجھ پر برسی ہر طرف سے دنیا ہی دنیا آ رہی تھی اور میں غوث وقت کے فرمان کو یاد کیا کرتا تھا۔الحاصل ہم تینوں پر غوث وقت کی بات پوری ثابت ہوئی (انوار الحسنین مصنفہ اشرف علی تھانوی ص ۳۱' فتاوی حدیثیہ)۔دوستو!اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ صرف علم پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا انسان بیشک چودہ علم پڑھ لے اگر ادب نہیں تو سب کچھ لا حاصل ہے اور اگر ادب ہے تو سب کچھ ہے۔الطریق کله ادب ۔ قابل غور بات ہے کہ ابن سقا ایک ولی ایک غوث کی شان میں معمولی سی بے ادبی کر کے ایمان ضائع کر بیٹھا تو جو شخص نبیوں کے نبی رسولوں کے امام محبوب کبریا ﷺ کی شان میں بے ادبی کرے اس کا حشر کیا ہوگا۔ الامان الحفیظ۔اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اگر مگر کے چکر چلا کر بے ادبی کر بیٹھتے ہیں۔ اگر نبی کو علم ہوتا تو یوں کیوں ہوتا اگر نبی کو اختیار ہوتا تو اپنے نواسوں کو کیوں نہ بچالیا۔فاعتبروا یا اولی الابصار۔

☆ خواجہ خواجگان بابا فریدالدین گنج شکر قدس سرہ نے فرمایا۔ایک بار ایک نوجوان جو کہ بڑا فاسق و فاجر تھا' ملتان میں فوت ہوا مرنے کے بعد کسی کو خواب میں ملا۔دیکھنے والے نے پوچھا تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا اس نے جواب دیا کہ مجھے میرے رب کریم نے بخش دیا ہے۔خواب دیکھنے والے نے پوچھا معافی کس وجہ سے ہوئی تو اس نے کہا۔ایک دن حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کہیں جا رہے تھے تو میں نے براہ محبت آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔اللہ تعالیٰ نے اسی عمل کی وجہ سے مجھے بخش دیا ہے (خلاصۃ العارفین)۔یہ اس ذات والاصفات کا فضل ہے جس کا قرآن میں اعلان ہے۔لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون ۔یعنی اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا کہ یہ کیوں کیا اور وہ حق تعالیٰ ہر کسی سے پوچھ سکتا ہے۔

☆ سیدنا خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ کے زمانہ میں ایک شخص تھا جسے لوگ اس کی غلط روش کی بنا پر شقی (بدبخت دوزخی) کہا کرتے تھے۔ایک دن وہ شخص خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اٹھ کر چلا گیا۔راستہ میں کسی نے اس کو شقی کہہ کر پکارا تو غیب سے

آواز آئی اب اس کوشتی مت کہو کیونکہ یہ ہمارے ولی جنید کی خدمت میں بیٹھ چکا ہے اور جو بھی ان کی خدمت میں ایک گھڑی بیٹھ جائے وہ شقی (بدنصیب) نہیں رہ سکتا (ذکر خیر)۔

☆ ایک شخص جو کہ نہایت ہی بدکردار فاسق و فاجر تھا۔ ایک دن وہ دریائے دجلہ پر ہاتھ منہ دھونے گیا۔ اتفاقاً وہاں پیچھے بہاؤ کی طرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کا مقبول اور امام وقت وضو کر رہا ہو اور میرے جیسا نالائق انسان اوپر کی طرف بیٹھ کر ہاتھ منہ دھوئے یہ بڑی بے ادبی کی بات ہے۔ یہ خیال آتے ہی وہ اٹھا اور پیچھے کی طرف آ بیٹھا اور ہاتھ پاؤں دھو کر چلا گیا پھر جب وہ شخص فوت ہوا تو ایک بزرگ کو خواب میں ملا۔ آپ نے پوچھا بتا تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش ہوا۔ اس نے دجلہ والا واقعہ سنایا اور کہا مجھے میرے رب کریم نے سیدنا امام احمد بن حنبل کا ادب کرنے کی وجہ سے بخش دیا ہے (تذکرۃ الاولیاء ذکر خیر)۔

☆ مولانا حمید الدین بنگالی اپنے ملک بنگال سے باہر علم دین حاصل کرنے گئے۔ علم دین حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن کو واپس جا رہے تھے جب آگرہ پہنچے تو مفتی آگرہ کے ہاں قیام کیا حسن اتفاق کہ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ آگرہ تشریف لائے۔ مولانا حمید بنگالی چونکہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بد اعتقاد تھے۔ لہذا حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی آگرہ میں تشریف آوری کی خبر سن کر مولانا بنگالی نے اپنے وطن کو روانگی کا پروگرام بنایا تو مفتی آگرہ نے مولانا بنگالی سے دریافت کیا کہ آپ اتنی جلدی کیوں تیار ہو گئے۔ مولانا بنگالی نے بتایا شیخ سرہندی چونکہ یہاں قریب ہی آکر ٹھہرے ہیں اور میں ان سے ملنا نہیں چاہتا۔ اس لئے میں جا رہا ہوں۔ مفتی صاحب نے استفسار کیا مولانا آپ کیوں ملنا نہیں چاہتے وہ تو عالم دین بھی ہیں اور بزرگ بھی ہیں۔ بنگالی صاحب نے کہا میرا دل ہی نہیں چاہتا۔ آخرکار مولانا بنگالی نے اپنا سامان اٹھایا اور بنگال کی طرف روانہ ہو گئے اور تین دن کے بعد بنگالی صاحب پھر آ گئے۔ مفتی صاحب نے کہا مولانا کیا ہوا کہ آپ واپس آ گئے۔ مولانا بنگالی بولے میں آپ کے ہاں ایک کتاب بھول گیا تھا وہ لینے آیا ہوں۔ مفتی صاحب نے فرمایا تلاش کر لو۔ بنگالی صاحب اندر کتاب تلاش کر ہی رہے تھے کہ کسی نے مفتی صاحب کو بتایا حضرت امام ربانی دروازے پر جلوہ افروز ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں۔ مفتی صاحب نے کہا مرحبا تشریف لائیں۔ یہ سن کر مولانا بنگالی گھبرا گئے اور کہا میں کہاں جاؤں۔ مفتی صاحب نے فرمایا اسی جگہ کوٹھری میں چھپ کر بیٹھے رہو۔ پھر جب سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو مفتی صاحب نے عرض کیا۔ حضور کیسے تشریف لانا ہوا۔ فرمایا ایک مسئلہ کے متعلق تبادلہ خیال کرنا ہے۔ مفتی صاحب نے عرض کیا حضور آپ سے کونسا مسئلہ پوشیدہ ہے تو فرمایا آخر آپ اس علاقہ کے مفتی ہیں لہذا تبادلہ خیال کرنے میں کونسا حرج ہے۔

فقیر کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ایک بہانہ تھا حقیقت میں وہ بحکم الٰہی مولانا بنگالی کو شکار کرنے آئے تھے) اسی

اثنا میں سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر مولانا بنگالی کی نظر سے دوچار ہوگئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد جب سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حجرہ سے باہر نکلے اور مفتی صاحب بھی الوداع کرنے کو نکلے تو مفتی صاحب نے دیکھا کہ مولانا حمید الدین بنگالی دست بستہ حضرت امام ربانی کے پیچھے جا رہے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے تعجب کیا اور کسی کو فرمایا پیچھے جاؤ اور دیکھو بنگالی صاحب کہاں تک جاتے ہیں پھر اس نے آ کر بتایا حضرت امام ربانی مکان میں جلوہ گر ہو گئے ہیں اور بنگالی صاحب دروازے پر کھڑے رو رہے ہیں۔ پھر حضرت نے شفقت فرمائی اور مولانا بنگالی کو اندر بلا لیا اور پھر سلوک مجددی طے کرانا شروع کر دیا اور جب سلوک پورا ہو گیا اور مولانا بنگالی کو جانے کی اجازت مل گئی تو حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دستار لاؤ تا کہ مولانا کی دستار بندی کی جائے یہ سن کر مولانا بنگالی نے عرض کیا حضور اگر تبرک عطا کرنا ہے تو آپ اپنا استعمال کیا ہوا جوتا مبارک عطا کر دیں۔ آپ نے سمجھایا کہ کوئی اور چیز لے لو مگر وہ بار بار یہی عرض کرتے رہے کہ جوڑا مبارک عطا ہو جائے اور جب جوڑا مبارک عطا ہوا اور مولانا بنگالی روانہ ہوئے تو اس جوتا مبارک کو اپنے دانتوں میں دبائے تین کوس پچھلے پاؤں چلتے گئے۔ زاں بعد اس جوتا مبارک کو سر پر باندھا اور بنگال پہنچ گئے اور اپنے گھر میں ایک چبوترا بنایا اس پر وہ جوڑا مبارک بڑے ادب سے رکھ دیا اور جو کوئی بیمار یا دعا کا خواستگار آتا مولانا فرماتے پیالے میں پانی لاؤ اور آپ اس جوتا مبارک کی نوک اس پیالہ میں پھیر دیتے تو وہ مریض اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہو جاتا اور اگر کسی کی قسمت میں شفا نہ ہوتی تو وہ پیالہ ٹوٹ جاتا اور زندگی بھر یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر جب مولانا بنگالی کا وصال ہوا تو وہ پاپوش مبارک ان کی قبر میں سر کی طرف ایک خاص جگہ رکھ دی گئی (ملفوظات خواجہ خواجگان غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۶)۔

دوستو! قابل توجہ ہے یہ بات کہ ایک ولی کے جوتے مبارک کا ادب کرنے سے مولانا حمید الدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر باذن اللہ دار الشفا بن گیا اور جن کے وسیلہ سے ولی ولی بنتے ہیں ان کا ادب کرنے سے کیا کچھ عطا ہوگا انشاء اللہ جنت ملے گی۔ **اللهم ارزقنا هذا بجاه حبيبك الكريم صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اله واصحابه اجمعين**

☆ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا زمانہ تھا ان کی قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت ہی گنہگار اور کردار کا گندہ تھا۔ اس نے سو سال اور ایک قول کے مطابق دو سو سال نافرمانیوں میں گزار دیے اور جب وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اس کا غسل و کفن گوارا نہ کیا بلکہ اسے ٹانگ سے پکڑ کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک آئے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کلیم موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ہمارا ایک دوست فوت ہو گیا ہے اور اسے لوگوں نے گندگی پر پھینک دیا ہے۔ آپ اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کو اٹھائیں اور عزت و احترام کے ساتھ اس کی تجہیز و تکفین کریں اور پھر آپ اس کا جنازہ پڑھائیں۔ یہ سن کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر وہاں پہنچے۔ اسے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو وہی پاپی ہے لیکن

مامور تھے اسے اعزاز کے ساتھ اٹھا کر تجہیز و تکفین کر کے جنازہ پڑھایا اور دفن کر دیا۔ بعد میں موسیٰ علیہ السلام نے دربارِ الٰہی میں عرض کیا۔ یا اللہ یہ شخص اتنا بڑا مجرم و گنہگار ایسی اعزاز کا حقدار کیسے ہو گیا۔ رب ذوالجلال نے فرمایا۔ اے میرے نبی تھا تو یہ بڑا گنہگار اور سخت سزا کا حقدار مگر ماجرہ یہ ہے کہ ایک دن اس نے تورات کھولی اور اس میں میرے حبیب کریم ﷺ کے نام مبارک محمد ﷺ پر اس کی نظر پڑی اور اس کے دل میں میرے حبیب کی محبت نے جوش مارا اس نے نام محمد ﷺ کو بوسہ دیا' آنکھوں پر رکھ کر اس نے درود پاک پڑھا تو میں نے اس کے اس تعظیم و ادب کرنے سے اس کے گناہ معاف کر دیئے اور اس کو اپنے بندوں میں شامل کر لیا ہے (مقاصد السالکین' القول البدیع' حلیۃ الاولیاء' سیرت حلبیہ)۔

☆ سیدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نشہ میں دھت کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ کے ٹکڑے پر نظر پڑی اس کو اٹھایا دیکھا تو اس پر لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ خواجہ بشر نے اس کاغذ کو صاف کیا' عطر لگایا اور اونچی جگہ رکھ دیا کیونکہ اس پر اللہ ذوالجلال کا نام پاک لکھا ہوا تھا۔ اسی رات کسی اللہ والے کو حکم ہوا کہ بشر کو خوش خبری سناؤ کہ تو نے ہمارے نام کو معطر کر کے بلند مقام پر رکھا ہے لہذا ہم بھی بشر کو بلند مقام عطا کریں گے۔ اس اللہ والے نے یہ سوچ کر کہ بشر تو شرابی کبابی ہے کہیں میرا الہام غلط نہ ہو۔ پھر دوسری بار حکم الٰہی ملا پھر تیسری بار یہی فرمان ملا۔ وہ بشر کے گھر گئے تو وہاں پتہ چلا کہ بشر شراب خانے گیا ہوا ہے اور جب وہ اللہ والا شراب خانہ گئے تو کسی نے بتایا کہ بشر تو شراب کے نشہ میں بدمست لیٹا ہوا ہے۔ اس اللہ والے نے فرمایا بشر کو پیغام دو کہ میں تیرے لئے ایک خاص پیغام لایا ہوں۔ جب بشر نے پیغام سنا تو ڈرتے ہوئے ننگے پاؤں دوڑے اور پیغام الٰہی سن کر ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے۔ اس کے بعد خواجہ بشر حافی نے کبھی جوتا نہیں پہنا۔ اسی لئے آپ کا لقب حافی ہوا اور حافی کا معنی ہے ''برہنہ پا''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بشر کو جو شرابیوں کا سردار تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کا ادب کرنے کی وجہ سے ولیوں کا سردار بنا دیا (تذکرۃ الاولیاء)۔

☆ ہارون رشید کی ملکہ زبیدہ اپنی سہیلیوں میں بیٹھی تھی کہ اذان شروع ہو گئی۔ ان خواتین میں سے کسی عورت نے اذان کے دوران کوئی بات کرنا چاہی تو ملکہ زبیدہ نے اشارے سے منع کر دیا پھر جب ملکہ زبیدہ فوت ہو گئی تو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے تو ملکہ زبیدہ نے بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ پوچھا کس سبب سے بخشش ہوئی تو بتایا کہ اذان کا ادب کرنے کی وجہ سے بخشش ہو گئی (تعظیم الانام)۔

☆ سلطنت عثمانیہ کا مورث اعلیٰ عثمان غازی ایک دن کہیں جا رہا تھا۔ رات ایک جگہ قیام کیا تو دیکھا کہ قرآن مجید رکھا ہوا ہے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ قرآن پاک ہے۔ عثمان غازی نے کہا قرآن پاک کے سامنے بیٹھ جانا خلاف ادب ہے اور وہ ہاتھ باندھے صبح تک کھڑا رہا۔ صبح جب وہ

نکلا تو اسے ایک شخص ملا اور کہا آپ کہاں تھے۔ میں تو آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔ پھر اس شخص نے کہا آپ نے چونکہ قران مجید کا ادب کیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے سلطنت لکھ دی ہے (تفسیر روح البیان سورۃ انبیاء)۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور آداب محبت

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو محبوب کریم ﷺ سے والہانہ عشق تھا۔ اکثر یہ دیکھا گیا تھا کہ جب بھی آپ رحمت دو جہاں ﷺ کا ذکر مبارک فرماتے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ آپ اکثر و بیشتر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں کتنا بدنصیب ہوں کہ اپنے محبوب ﷺ کی زیارت نہ کر سکا۔ ایک مرتبہ آپ ذکر مصطفیٰ ﷺ کر کے آنسوؤں کو پونچھ رہے تھے تو فرمایا کہ میں اس اعتبار سے بہت خوش قسمت ہوں کہ مجھے بہت ہی برگزیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبتوں سے فیض یاب ہونے کا موقع حاصل ہوا ہے اور میں ان کی حکمت و فضیلت سے فیض یاب ہوا جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی زیارت بابرکات سے اپنی مبارک آنکھوں کو انوار سے بھرا تھا اور آپ ﷺ کی بارگاہ عالیہ سے براہ راست فیوض و برکات سمیٹے تھے۔

حضرت عبداللہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور آداب محبت

آپ بہت مشہور ولی کامل تھے۔ آپ تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ ایک شخص بہت دور دراز کے علاقے سے دشوار گزار سفر کر کے آپ کے پاس حاضر ہوا۔ حاضر ہو کر اس نے نہایت ادب سے عرض کیا۔ اے عبداللہ! میرے شیخ محترم مجھے بھی رحمت دو جہاں ﷺ کی کوئی حدیث شریف سنائیں۔ میں آپ سے حدیث پاک سننے کے لئے بہت دور کا سفر کر کے آپ تک پہنچا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے نہ معلوم کس وجہ کی بناء پر انکار کر دیا۔ وہ شخص اٹھا اور واپس جانے لگا۔ ابھی وہ شخص اپنی سواری پر بیٹھا ہی تھا کہ آپ نے دوڑ کر اس کی سواری کی رکاب پکڑی۔ یہ دیکھ کر وہ شخص گویا ہوا۔ آپ نے حدیث شریف کی سماع سے تو مجھے محروم رکھا اور میری سواری کی رکاب کیوں پکڑتے ہیں مجھے جانے دیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں اے عقل مند شخص میں اپنی ذات کی تذلیل تو برداشت کر سکتا ہوں مگر حدیث محبوب ﷺ کی توہین مجھے قطعا گوارا نہیں۔ اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ شخص تو دور دراز کا سفر کر کے فقط سماعت حدیث محبوب ﷺ کے ذوق و شوق میں آپ کے پاس آیا مگر آپ نے انکار فرما دیا اور پھر کیوں اس کی سواری کی رکاب پکڑی اور جانے نہیں دیا۔ تو فقیر کا یہ خیال ہے کہ آپ نے اس شخص کو اور حاضرین کو یہ سبق دیا ہو گا کہ حدیث محبوب ﷺ کی سماعت کے بھی کچھ آداب ہیں۔ یہ کوئی قصہ کہانی تو ہے نہیں کہ جہاں کہیں کوئی قصہ گو مل گیا اس سے قصہ کی فرمائش کر ڈالی۔ بلکہ اطمینان سے بیٹھ کر باوضو ہو کر حدیث شریف سننی چاہئے۔ اب آپ دیکھیں کہ ایک ولی کامل ایک نو وارد شخص کے پاؤں پکڑ رہا ہے اور اس کو تعظیم محبوب کریم ﷺ کی کس قدر رمزگی سے تعلیم دے رہا ہے کہ اے

نو واردو میں تمہارے پاؤں پکڑ کر خود کو ذلیل تو کر سکتا ہوں مگر جس عامیانہ انداز میں تم نے مجھ سے حدیث شریف سننا چاہی اس طرح تو حدیث شریف کی تعظیم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس مقصد کے لئے پہلے باادب بیٹھو پھر حدیث مبارکہ کی فرمائش کرو۔

حضرت ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کو راحت جاں ﷺ سے اس قدر الفت و محبت تھی کہ جب بھی آپ رحمت دو جہاں ﷺ کا ذکر مبارک سماعت فرماتے یا حدیث نبوی ﷺ سماعت فرماتے یا خود بیان فرماتے تو اس طرح زار و قطار یہ آنسو بہاتے کہ کافی دیر تک ہچکیوں کی آواز صاف سنائی دیتی اور حاضرین ان کے حال پر رشک کرتے۔ کیونکہ یہ مقام تعظیم سے بڑھ کر عشق کی جانب بڑھ جاتا ہے اور لاکھ کوشش کے باوجود بلا عشق و تعظیم و محبت آنکھوں سے آنسو نہیں نکل سکتے۔ آپ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے استاد محترم تھے۔ آپ اپنے استاد گرامی کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت ایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کی اس والہانہ کیفیت کو دیکھ کر ان کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گیا اور آپ کا نبی کریم ﷺ سے عشق کو دیکھ کر آپ سے احادیث ضبط تحریر میں لانا شروع کر دیں۔ یہی وہ وصف تھا جس کی بناء پر میں آپ کو دوسرے اساتذہ کرام سے افضل سمجھتا تھا۔

حضرت ایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کے اس وصف سے واقعی امام مالک رحمتہ اللہ علیہ ہی بخوبی واقف ہو سکتے تھے کیونکہ وہ تو محبت رسول کریم ﷺ سے سرشار تھے۔ عام دنیا داروں کو تو یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی اور فقیر کہتا ہے کہ یہ نعمت جس کو حاصل ہو جاتی ہے وہ یقیناً درجہ ولایت پر فائز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ محبت کی کیفیات سے محبوب کو واقفیت نہ ہو اور محبوب بھی کیسا جو اللہ کا محبوب ہے۔ ہر مخلوق کا محبوب' تمام کائنات کا محبوب ہے یعنی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ فخر انبیاء سید الرسل مولائے کل ﷺ۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے حضرت ایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ دو مرتبہ فریضہ حج ادا فرمایا۔ دوران سفر جب بھی حضرت ایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کسی حدیث مبارکہ کی روایت سماعت فرماتے تو بے اختیار ہو کر رونے لگتے۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور آداب محبت

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو نبی کریم ﷺ سے تو محبت تھی ہی مگر آپ کو مدینتہ الرسول ﷺ سے بھی حد درجہ محبت تھی۔ مدینہ طیبہ سے حد درجہ محبت کی وجہ سے ہی آپ نے مدینتہ الرسول کو کبھی نہیں چھوڑا۔ بہت ہی نازل مرحلوں پر بھی جب آپ نے مدینہ طیبہ کے باہر جانا قبول نہ کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیا معاملہ ہے آپ کیوں نہیں جاتے تو آپ نے برجستہ فرمایا کہ میں اس لئے مدینہ طیبہ سے باہر نہیں جاتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مدینہ طیبہ سے نکل جاؤں اور میری موت آ جائے اور میں مدینہ پاسکینہ کی خاک پاک میں دفن ہونے کی سعادت سے محروم ہو جاؤں۔

آپ صرف فریضہ حج کے لئے ہی مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ مگر اکثر بھی خیال دامن

گیر رہتا کہ کہیں مدینہ طیبہ جانے سے قبل موت ہی نہ آ جائے۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد آپ فوراً ہی مدینہ طیبہ کا رخ کر لیتے تھے۔ آخر آپ کی تمام زندگی کی حسرت رنگ لائی اور آپ نے مدینہ طیبہ میں ہی وصال فرمایا اور آپ کا مدفن اہل اسلام کا سب سے متبرک قبرستان یعنی جنت البقیع میں ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے رگ و پے میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ ہی موجزن تھی۔ آپ نے اسی تعظیم کی بناء پر تاحیات مدینہ طیبہ میں کبھی کسی سواری پر سوار ہو کر سفر نہیں کیا۔ یہی عمل سعید آپ کا پیرانہ سالی میں بھی رہا حالانکہ آپ کافی ضعیف ہو چکے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصطبل میں خراساں کے بہترین گھوڑے اور مصر کے اعلیٰ ترین خچر تھے۔ میں نے آپ کے پاس جو خچر اور گھوڑے دیکھے وہ کہیں اور نہیں دیکھے تھے۔ ایک روز میں نے از راہ تعجب آپ سے کہا۔ یہ جانور کیا بھلے لگتے ہیں۔ آپ فرمانے لگے۔ اے شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) یہ سب جانور میں نے آپکو بطور ہدیہ پیش کئے ان کو قبول کیجئے۔ میں نے عرض کیا کہ کم از کم ایک گھوڑا ہی اپنی سواری کے لئے رکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس ارض مقدس میں جسم متبرین محبوب کائنات ﷺ استراحت فرما ہیں اس زمین پر میں سوار ہو کر چلوں۔ میری نظر میں تو یہ گستاخی ہے۔

تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں ہی آپ نے تاحیات قضائے حاجت کے لئے مدینہ طیبہ کے حرم محترم سے باہر تشریف لے جانے کو معمول بنائے رکھا البتہ شدید بیماری یا کسی زبردست مجبوری کی وجہ سے آپ بیت الخلاء استعمال فرما لیا کرتے تھے۔ آپ تین دن کے بعد صرف ایک مرتبہ بیت الخلاء جایا کرتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ بار بار جانے سے مجھے شرم آتی ہے۔ ایک مرتبہ خلیفہ منصور مہدی نے تین ہزار طلائی اشرفیاں آپ کی خدمت میں ربیع کے ہاتھ جو کہ خاص مصاحب تھا روانہ کیں۔ ربیع آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ اشرفیاں قبول فرمایئے۔ آپ نے نذر قبول فرمائی تو اس نے عرض کیا کہ یا شیخ! خلیفہ مہدی کی یہ خواہش ہے کہ آپ ان کے پاس بغداد تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کے شہر کو چھوڑ کر میں کہیں نہیں جا سکتا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ بغداد جانے کی بات تو دوسری ہے مجھے اگر ایک دن بھی سرور کائنات ﷺ کا روضہ اطہر نظر نہ آئے تو میری قلب پر تو جیسے قیامت گزر جاتی ہے۔ ربیع نے کچھ اور منت سماجت کی تو آپ نے فرمایا کہ ربیع! تم امیر المومنین سے کہہ دینا کہ مالک مدینہ طیبہ کی خاک پاک کے ایک ذرہ کے عوض میں ساری دنیا کی دولت ٹھکرا دینے کا جذبہ رکھتا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور آداب محبت

آپ فرماتے ہیں کہ محبت کا مقام ورتبہ ملاحت سے مناسبت رکھتا ہے اور مقام خلت مرتبہ صباحت سے حب میں محبوبیت صرف اور صرف حضرت خاتم المرسلین ﷺ کا حصہ ہے (مزید تفصیل ہماری کتاب ''محبت اور علامات محبت'' میں ملاحظہ کریں)۔

محبت کے لوازمات جو کہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کی مراد پر قائم رہنا اور اس کے اخلاق و اوصاف سے متخلق ہونا ہے ظاہر ہوتا ہے اس وقت محبوب میں فنا حاصل ہوتی ہے کہ پھر اس پر بقا باللہ مرتب ہوتی جو کہ ولایت کا ماحصل ہے۔ خلت سے بالاتر مقام محبت کا ہے۔ دوست اور محبوب اور ہے اور وہ اسرار معاملات جو محبّ و محبوب کے درمیان گزرتے ہیں یار و ندیم کو اس جگہ کیا دخل ہے۔ ہر چند انس والفت کے وقت محبت کے مخفی اسرار کو خلیل جلیل القدر سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے لیکن اس کو حب اور محبوب نہیں بتایا جا سکتا۔ محبوں کے حلقہ کے سردر حضرت کلیم اللہ علیہ السلام اور محبوبوں کی جماعت کے سردار حضرت رسول عربی ﷺ ہیں۔

محبوب کریم ﷺ کی کمال متابعت آپ ﷺ کے ساتھ کمال محبت کی فرع ہے۔ ان المحب لمن ہواہ مطیع یعنی محبّ اپنے محبوب کا پورا مطیع ہوتا ہے۔ آپ ﷺ سے کامل محبت کی علامت و نشانی آپ ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ کامل بغض و عداوت رکھنا ہے۔ اس کے بغیر محبت ثابت نہیں ہوتی۔ محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ محبّ محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح و آشتی نہیں کر سکتا۔ دو محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جمع ضدین کو محال و ناممکن کہا گیا ہے۔ ایک کے ساتھ محبت دوسرے کی عداوت کو ملتزم ہے۔ رحمت دو جہاں ﷺ محبوب رب العالمین ہیں تو آپ ﷺ کی متابعت کرنے والے بھی آپ ﷺ کی متابعت کے واسطے سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محبّ اپنے محبوب کے شمائل و عادات جس جس میں پایا جاتا ہے اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ محبوب کریم ﷺ کے آنے کی بشارت اسم احمد ﷺ سے دی گئی اور اس اسم مبارک کو ذات اور جل شانہ کی ساتھ بہت تقرب ہے اور دوسرے اسم محمد ﷺ سے ایک منزل اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے زیادہ قریب ہے اور یہ اسم 'اسم احمد سے ایک حلقہ میم سے جدا ہوا ہے کہ مبدا محبت ہے جو کہ ظہور و اظہار کا سبب ہوا ہے۔ ''میں رب تعالیٰ کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے۔

اے اللہ' ہر چند کہ تو نقش گر ارض و سما ہے
قبضے میں تیرے' میری فنا اور بقا ہے
پھر بھی میں تیری ہستی کو تسلیم نہ کرتا
اس واسطے مانا کہ تو محمد ﷺ کا خدا ہے

حضرت شیخ عمر نسائی موصلی رحمۃ اللہ علیہ اور آداب محبت

۵۴۸ ہجری بمطابق ۱۱۵۳ عیسوی میں ایک روز حجرہ پاک میں ایک دھماکہ ہوا۔ لیکن معلوم نہ ہو پایا کہ یہ دھماکہ کس وجہ سے ہوا۔ ہر ممکن طریقہ سے معلوم کرنے کی کوشش کی گئی کہ معلوم ہو جائے کہ یہ دھماکہ کیوں ہوا۔ جب کسی طرح بھی معلوم نہ ہو سکا تو امیر مدینہ طیبہ قاسم بن مہنا الحسینی نے صورت حال کی مکمل آگاہی کی خاطر یہ طے کیا کہ کسی صاحب کو حجرہ مبارک کے اندر اتارا جائے تا کہ اصل صورت حال سامنے آئے۔ اب تردد کی بات یہ تھی کہ ایسا کون سا متقی و پرہیز گار شخص ہو جو حجرہ مبارک کے اندر جائے اور اس

خدمت کو سر انجام دے۔ آخر سب کی نظر حضرت شیخ المشائخ امام العارفین عمر نسائی موصلی رحمۃ اللہ علیہ پر ٹھہری۔ آپ دراصل موصلی کے باشندے تھے مگر ایک عرصہ سے آپ کا قیام مدینہ طیبہ میں ہی تھا۔ امیر مدینہ نے جب آپ کو بلوا کر اس خدمت کے متعلق بتلایا تو آپ نے چند یوم کی مہلت مانگی۔ امیر مدینہ کے پاس سے واپس آ کر آپ نے متواتر چند روزے رکھے اور ہر وقت خود کو یاد الٰہی میں مصروف کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے امیر مدینہ سے فرمایا کہ اب میں ہر طرح سے حاضر ہوں۔ چنانچہ آپ کو مضبوط رسوں کے ذریعہ مسجد کی چھت سے حجرہ شریف میں اتارا گیا۔ حجرہ شریف کے اندر اترتے وقت آپ ایک شمع بھی لے گئے تھے۔ آپ نے اس شمع کی روشنی میں دیکھا کہ حجرہ مبارک کی چھت اور دیوار کا کچھ حصہ قبر مبارک پر گرا ہوا تھا۔ اب آپ نے اس مٹی کو اٹھایا اور ایک طرف رکھتے گئے۔ اس کے بعد آپ نے وہاں پر کئی روز تک اپنی ریش مبارک سے صفائی کی۔ یہاں تک کہ وہاں پر مٹی کا نام تک نہ رہا۔ اس خدمت جلیلہ اور عظیم الشان سعادت کے حصول کے بعد آپ مکہ المکرمہ تشریف لے گئے اور ۵۵۶ ہجری میں واصل بحق ہو گئے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور آداب محبت

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے متعلق اپنا حال کچھ یوں بیان فرماتے ہیں۔

میں سولہ برس تک جمال محمدی ﷺ اور اتباع جمال ملت احمدی ﷺ کے لئے اپنے نفس پر سختیاں کرتا رہا۔

میں نے نفس امارہ کو اس مجاہدہ کے طفیل اس طرح کر دیا جس طرح لوہے کی آنکھیں بھٹی میں پارہ ہوتا ہے۔

میں ریاضت کی آگ میں تپتا تھا۔ اس طرح میں نے روحانیت کی شمشیر ذوالفقار تیار کی جس سے ماسوا اللہ کے تمام رشتے کاٹ کر رکھ دیے۔ کچھ عرصے کے بعد مجھے افسوس ہوا کہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچا ہوں۔ مجھے ایک آواز سنائی دی کہ اے بسطامی! افسوس تم ابھی تک خام ہو تم ابھی تک مقام امید و بیم میں کھڑے ہو۔ تم ابھی تک بزم مرتبہ عالیہ محمد ﷺ تک پہنچنے کے لائق نہیں ہو۔

میں ابھی اس آواز کو سن ہی رہا تھا کہ میرے سامنے ایک بحر بیکراں دکھائی دیا۔ اس کی موجوں سے آتشین شعلے بھڑک رہے تھے۔ وہ ایک لمحہ میں ہزاروں جہانوں کو خاکستر بنا دیتے تھے۔ میں یہ نظارہ دیکھتے ہی دم بخود ہو گیا۔ میری جان پر حیرت طاری ہو گئی۔ میرے دل پر ایک الہام وارد ہوا کہ جب تک اس سمندر سے نہ گزرو گے جان کائنات ﷺ کے دربار عالیہ تک رسائی حاصل نہ کر سکو گے۔ چنانچہ متواتر کئی برس کی محنت و ریاضت کے بعد بہ فضل ایزدی آپ نے اس سمندر کو عبور کر لیا اور منزل مراد پائی۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جب فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے گئے تھے تو آپ مدینہ طیبہ نہیں گئے۔ مریدین نے جب وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ادب نہیں ہے کہ زیارت مدینہ کو زیارت مکہ مکرمہ کے ماتحت رکھ دیا جائے۔ لہٰذا آپ اگلے برس خراساں سے مدینہ طیبہ کی جانب حاضری کے لئے چلے۔ آپ نے روضہ رسول مقبول ﷺ پر حاضری دی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور قلب و زبان پر درود شریف جاری تھا۔ یہی کیفیت کافی دیر تک رہی۔ اسی دوران آپ پر اونگھ غالب آ گئی۔ دیکھا تو سامنے جان رحمت ﷺ

جلوہ افروز ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں۔ "اے بایزید! اٹھو اور اپنی ماں کی خدمت جا کر انجام دو"۔ رحمت دو جہاں ﷺ کے حکم کے مطابق آپ واپس وطن تشریف لے گئے اور والدہ محترمہ کی خدمت سرانجام دیتے گئے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ روایت بھی بہت مشہور ہے کہ آپ نے ساری زندگی کبھی خربوزہ نہیں کھایا تھا۔ جب لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ محبوب کبریاء ﷺ نے خربوزہ کس طرح کھایا تھا کہیں مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے۔

سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ اور آداب محبت

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ جب مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے تو آپ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی حالت درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ابھی آپ کی سواری مدینہ منورہ سے بارہ میل دور ہی تھی کہ آپ سواری سے نیچے اتر آئے اور پیدل ہی روضہ رسول مقبول ﷺ کی جانب چلے۔ گنبد خضراء آنکھوں کے سامنے تھا۔ آپ یک ٹک دیکھتے چلے گئے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہی رہے۔ اسی طرح آپ مسجد نبوی میں پہنچے۔

روایت ہے کہ ایک روز یوں ہوا کہ مدینہ طیبہ میں باب السلام کے قریب چند کتے بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نا سمجھ نے ایک کتے کو زور سے لاٹھی مار دی۔ جس کی وجہ سے کتا لنگڑاتا ہوا اور چیختا چلاتا چلا جا رہا تھا۔ حضرت پیر جماعت علی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ ماجرا معلوم ہوا تو آپ نے اس کتے کو اپنے پاس بٹھا لیا اور اس شخص سے فرمایا۔ اے ظالم تم نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ مدینہ منورہ کا کتا ہے۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور آداب محبت

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ محبت رسول مقبول ﷺ سے سرشار تھے۔ آپ نے تمام زندگی تمام امور میں اسوۂ رسول ﷺ کو ہی پیش نظر رکھا۔ اگر آپ کو کہیں خلاف سنت کوئی حرکت کسی سے بھی سرزد ہوتی دکھائی دیتی تو آپ فوراً اس کو سرزنش فرما دیا کرتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ سنت رسول کریم ﷺ کے سوا ہرگز چھٹکارا نہیں' درحقیقت مسلمان ہی وہی ہے جو محبوب کبریاء ﷺ کی اطاعت واتباع کرتا ہے۔ آپ جب بھی محبوب کریم ﷺ کا ذکر فرماتے تو آپ کا انداز بہت والہانہ ہوتا۔ آپ اکثر فرماتے۔ لوگو! میرے رسول کریم ﷺ دیاں اچیاں شاناں۔

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ اور آداب محبت

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے محبت وعشق کے طلب گار! حب کی دو اقسام ہیں۔ ایک حب ایمان اور دوسری محبت رسول کریم ﷺ۔ ان کے علاوہ حب کی تمام اقسام انہی دو اقسام میں سے ہیں۔ لہٰذا محبت اختیار کرنا فرض ہے۔ یہی فقر کی راہ ہے۔ فرقان حمید میں سورۃ کہف پڑھیں تو حقیقت روز روشن کی طرح منکشف ہو جاتی ہے کہ اصحاب کہف کا کتا فقراء کی محبت کے سبب ہی دوری سے

حضوری میں پہنچا اور آدمی کا مرتبہ پایا۔ اس لئے تمہاری حیثیت کسی بھی نوع محبت الٰہی میں کتے سے کم نہیں ہوتی چاہئے ورگرنہ انسانیت کے مقام سے گر جاؤ گے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ والے لوگ ہیں اور رب کریم اور اس کے محبوب ﷺ کو حاضر جانتے ہیں۔ ان کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور جو شخص چاہے کہ اللہ ذوالجلال اور رسول عربی ﷺ کو خوش کرنا ہے تو لازم ہے کہ وہ توحید و محبت میں مشغول ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص رکھے، دنیا کو ترک کر دے کیونکہ جو شخص دنیا سے رغبت رکھتا ہے وہ محبت الٰہی میں کذاب ہے اور شریعت محمدیہ ﷺ میں اطاعت کرنے میں بھی۔ دوستو! محبت الٰہی بمنزلہ چراغ ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اسم پاک ایک بار محبت سے لیتا ہے تو ستر برس تک اس کے دل میں روشنی رہتی ہے اور جب محشر برپا ہو گا تو اٹھارہ ہزار مخلوق میں سے اہل معرفت سے اہل محبت کا درجہ بڑھ کر ہو گا۔ ایک مجلس میں ارشاد فرمایا۔ اے عشق عشق پکارنے والو! کبھی غور کیا ہے کہ عشق کیا ہے۔ اگر کبھی اس پر تحقیق نہیں کیا تو سنو! عشق محبت الٰہی کا مغز اور معرفت الٰہیہ کا خلاصہ ہے۔ عشق ہی سے دائمی معراج، شرف دیدار حضور ﷺ حاصل ہوتے ہیں۔ عشق وہ آگ ہے جو سوائے محبوب کے سب کو مٹا دیتی ہے اور بجز اللہ تبارک و تعالیٰ کے اور کچھ یاد نہیں رہتا۔ کسی مرد عارف نے کیا خوب کہا ہے۔

در عشق او پروانہ ام - از جان خود بیگانہ ام
"یعنی میں تو اس کے عشق میں کھویا ہوا ہوں اور اپنی جان سے بیگانہ ہوں
یہ عشق حقیقی ہے۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ جب شریعت محمدیہ ﷺ پر عمل پیرا ہو کر انسان قلب کو زندہ کر لیتا ہے تو فنا فی الرسول ﷺ کا مرتبہ پاتا ہے اس کا مقام حضوری ہوتا ہے۔ لہٰذا جس کو آنحضور ﷺ کی دائمی حضوری حاصل ہوتی ہے تو کلمہ طیبہ کو وہاں جا کر پڑھتا ہے جہاں رسول عربی ﷺ کے نور مقدس کے انوار کی جلوہ گری کا جشن ہوتا ہے اور وہ اپنے آقا و مولا ﷺ پر جان نثار کر دیتا ہے۔ رسالت مآب ﷺ کا ارشاد عالیہ ہے "اللہ تبارک و تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے اور مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے"۔ یہ مراتب اس شخص کے ہیں جو مخبر صادق ﷺ کا عاشق مقرب حق، معشوق الٰہی اللہ تعالیٰ کا منظور نظر، حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر اور نور مطلق کی توحید میں غرق ہو۔ اس وقت عبادت کا ترک کرنا ہی نیکی ہے کیونکہ اس وقت ہنگام عبادت معرفت الٰہیہ سے باز رکھتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ اور آداب محبت

عشاق محبوب کریم ﷺ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک خاص مرتبہ و مقام حاصل ہے۔ آپ کے نعتیہ اشعار محبت رسول کریم ﷺ کی محبت اور آپ کی زیارت کی تڑپ سے لبریز ہیں۔ آپ سرتاپا عشق رسول کریم ﷺ میں رنگے ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ حال ہو گیا کہ تاب جدائی نہ رہی اور ہر وقت روضہ رسول مقبول ﷺ کی زیارت کی تمنا رہنے لگی۔ ایک ایک پل رحمت دو جہاں ﷺ کی یاد

میں بسر ہونے لگا۔ درد و فراق میں ڈوبے ہوئے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

تنم فرسودہ جاں پارہ ز ہجراں یارسول اللہ
ولم ہر درد آوارہ ز عصیاں یارسول اللہ

"یارسول اللہ ﷺ آپ کے ہجر کے غم میں میرا تن ناکارہ ہو گیا اور میری جان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ میرا دل گناہوں کے سبب غم و اندوہ میں جتلا ہو کر ناکارہ ہو گیا"۔

چو سوئے من گزر آری من مسکین زنا داری
فدائے نقش نعلیت کنم جاں یارسول اللہ

"یارسول اللہ ﷺ اگر میرا مقدر یاور کرے اور آپ مجھ نادار اور مسکین کی طرف تشریف لائیں تو میرے پاس آپ کے لائق کوئی چیز نہیں کہ پیش کر سکوں مگر آپ کے نعلین مبارک کے نشان پر اپنی جان نثار کر دوں گا"۔

زجام حب تو مستم بہ زنجیر تو پابستم
نمی گویم کہ من ہستم سخن داں یارسول اللہ

"میں آپ ﷺ کی محبت کی شراب کے مان سے مست ہوں اور آپ کی غلامی کی زنجیر میرے پیروں میں ہے۔ یارسول اللہ ﷺ میں یہ نہیں کہتا کہ میں بہت بڑا سخن داں ہوں"۔

اس آخری شعر میں حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں اپنی انکساری کا یوں اظہار فرمایا کہ میں تو محبوب کریم ﷺ کی محبت میں مست ہوں اور میرے پیروں میں آپ کی غلامی کی زنجیر ہے اور میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں بہت بڑا سخن داں ہوں بلکہ میں نے تو صرف حق غلامی ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کے تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے سرشار چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

نسیما جانب بطحا گزر کن
زا حوالم محمد را خبر کن
توئی سلطان عالم یا محمد
ز روئے لطف سوئے من نظر کن
مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدا ایں کرم بار دگر کن

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور آداب محبت

آپ کا شمار محبوب کریم ﷺ کے عشاق صادقین میں ہوتا ہے۔ آپ خود خیال فرمایئے کہ کیا یہ اعزاز

کسی کے لئے کم ہے کہ ان کا شمار عاشقان محبوب کریم ﷺ میں کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان علماء ربانی میں ہوتا ہے جو آسمان معرفت پر آفتاب ہدایت بن کر چمکے۔ جس طرح آپ بے شمار علوم و فنون میں باکمال تھے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آپ نعت گوئی میں یکتائے زمانہ تھے بلکہ ہیں۔ آپ کے نعتیہ اشعار میں ایک سچے عاشق رسول اور عشق رسول اور تعظیم رسول ﷺ کے نورانی اور ایمانی جلوے نظر آتے ہیں۔ آپ کا کلام جب کوئی نعت خواں پڑھتا ہے تو ایک طرف تو طرب انگیزی طاری ہو جاتی ہے۔ تو دوسری طرف سامعین خود کو دربار رسالت میں محسوس کرنے لگتے ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت کا کلام تعظیم مصطفیٰ ﷺ' آپ کے عشق وادب' فصاحت و بلاغت' لطافت' نفاست سے مرصع ہے۔ آپ چونکہ شان رسول کریم ﷺ سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے آپ نے نعت گوئی کا پورا حق ادا فرمادیا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ اردو زبان میں آپ کے مقابلے کا نعتیہ کلام آج تک دنیا میں پیش نہیں کیا جاسکا۔ آپ کی شاعری کسی استاد کی مرہون منت نہ تھی بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ واردات قلبی تھی۔

اعلیٰ حضرت کے کلام میں خلاف شرح تو بہت دور کی بات ہے خلاف ادب بھی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ بات اگر ادب کی ہو تو جو ادب اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ اعلیٰ حضرت کی ذات اقدس میں نظر آتا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک روایت اکثر مستند حوالوں سے سامنے آتی ہے کہ جب آپ کو معلوم ہوتا کہ کوئی صاحب حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کر کے واپس تشریف لائے ہیں تو آپ ان صاحب کو اپنی چارپائی پر ہی بڑے ادب سے بٹھا لیتے اور اس سے دریافت کرتے کہ کیا آپ نے روضہ رسول کریم ﷺ پر بھی حاضری دی ہے؟ اگر وہ صاحب کہتے کہ جی ہاں ہم نے یہ سعادت حاصل کی ہے تو آپ آگے بڑھ کر اس کے پیروں کو چوم لیا کرتے تھے۔ بھلا کون ہوگا جو یہ چاہے گا کہ اعلیٰ حضرت جیسی مقدس ہستی اس کے پاؤں چومے مگر اس وقت مجبور ہوتے تھے کیونکہ یہی پیر و مرشد کا حکم ہوتا تھا اور اگر کوئی صاحب یہ کہتے کہ نہیں ہم یہ سعادت حاصل نہیں کر پائے تو آپ اس سے منہ پھیر لیا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں تو اللہ کی قسم ایک پر لکھا ہو گا لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوگا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم الشان عاشق رسول ﷺ تھے۔ آپ ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

جب اعلیٰ حضرت کو روضہ رسول کریم ﷺ کی جدائی تڑپاتی تو آپ بے اختیار ہو جاتے اسی کیفیت کی غمازی اس شعر میں کیا خوب ہوئی ہے۔

جان و دل' ہوش و خرد' سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا' سارا تو سامان گیا

اعلیٰ حضرت کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ کو اور عشق مصطفیٰ ﷺ کو آپ کے بدترین دشمن بھی تسلیم کرتے تھے۔ جس کی ایک مثال ہے کہ جب مولانا اشرف علی تھانوی کو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو فاتحہ اور دعائے مغفرت کا حکم دیا۔ عقیدت مندوں نے کہا کہ حضرت مولانا احمد رضا خان (رحمۃ اللہ علیہ) نے تو آپ پر کفر کا فتویٰ لگا رکھا ہے تو مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا۔ دوستو! مولانا احمد رضا خان (رحمۃ اللہ علیہ) صاحب نے اس بات کو گستاخی رسول خیال کیا جو میں نے کہا۔ وہ عشق مصطفیٰ ﷺ کے اس مقام پر تھے کہ اگر ہمیں کافر قرار نہ دیتے تو خود کافر ہو جاتے۔

حضرت پیر سید محمد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور آداب محبت

جان کائنات ﷺ کے عشاق مطہرین میں سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ آپ کی عقیدت' محبت اور وارفتگی جو آپ کو محبوب کریم ﷺ سے تھی وہ میرے قلم کی استطاعت سے قطعاً باہر ہے۔ آپ ایک قابل فخر عالم دین اور معروف پیر طریقت تھے۔ محبوب کریم ﷺ سے محبت کرنے والا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہوگا جو آپ کے نام مبارک سے آشنا نہ ہو اور جو اسی وجہ سے آپ کے ساتھ قلبی عقیدت نہ رکھتا ہو۔

حضرت پیر صاحب کی عقیدت اور محبت کا ایک واقعہ بہت ہی نمایاں ہے۔ یہ واقعہ اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ آپ نے خود اس کو قلمبند فرمایا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں (ترجمہ از فارسی) کہ چنانچہ مدینہ عالیہ کے سفر میں بمقام وادی حمراء ڈاکوؤں کے حملہ کی پریشانی کی وجہ سے مجبوراً عشاء کی سنتیں مجھ سے رہ گئیں۔ مخلصی فی اللہ مولوی محمد نیاز' مدرسہ صولتیہ میں شغل تعلیم و تدریس چھوڑ کر حسن ظن کی بناء پر بغرض خدمت اس مقدس سفر میں میرے ہمسفر تھے۔ ان رفقاء کی معیت میں میں قافلہ کے ایک طرف ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رحمت دو جہاں ﷺ سیاہ عربی جبہ زیب تن فرمائے تشریف لا کر اپنے جمال باکمال سے مجھے نئی زندگی عطا فرماتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں ایک مسجد میں بحالت مراقبہ دوزانو بیٹھا ہوا ہوں۔ محبوب کریم ﷺ نے قریب تشریف لا کر ارشاد فرمایا کہ آل رسول ﷺ کو سنت ترک نہیں کرنا چاہئے۔ میں نے اس حالت میں جان رحمت ﷺ کی ہر دو پنڈلیوں کو جو ریشم سے بھی زیادہ لطیف تھیں اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ کر نالہ و فغاں کرتے ہوئے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا شروع کیا اور عالم مدہوشی میں روتے ہوئے عرض کی حضور کون ہیں۔ جواب میں یہی ارشاد ہوا کہ آل رسول کو سنت ترک نہیں کرنا چاہئے۔ تین بار یہی سوال و جواب ہوتے رہے۔ تیسری بار میرے دل میں ڈالا گیا کہ جب آقائے نامدار ندائے یا رسول اللہ کہنے سے منع نہیں فرما رہے تو ظاہر ہے کہ خود راحت جاں ﷺ ہیں۔ اگر کوئی اور بزرگ ہوتے اس کلمہ سے ضرور منع فرماتے۔ اس حسن و جمال باکمال کے متعلق کیا کہوں۔ اس ذوق و مستی و فیضان کرم کے بیان سے زبان عاجز ہے اور تحریر لنگ۔ البتہ بادہ خواران عشق و محبت کے حلق میں ان ابیات سے ایک جرعہ اور اس نافہ مشک سے ایک نغمہ ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

من ندانم بادہ ام یاد جادہ را پیمانہ ام
عاشق شوریدہ ام یا عشق یا جانا ام
مبتلائے حیرتم جاں گو نمت یا جان جاں
اصطلاح شوق بسیار است و من دیوانہ ام
شوق موسی در ظہور آورنار طور را
در نہاد شمع آتش مے زند ھروانہ ام
باجمال ذاتشیں حسن دگر درکار شد
چشم اور اسرمہ ام یا زلف اور اشانہ ام
غافل از خود ماند از صورت چوپر آئینہ
تاشر لاشنا ختم جاناں ز خود بیگانہ ام

پیر صاحب کی تحریر اور ابیات یقیناً اس مبارک ساعت اور سعادت عظمیٰ کی کیفیات سے کسی قدر نقاب کشائی کرتے ہیں اور واضح ہوتا ہے کہ آپ وصال کے مراتب علیہ اور فنا و بقا کے مقامات جلیلہ سے مشرف ہو چکے ہیں۔ جو اہل اللہ کا انتہائے مقصود ہے۔ آپ پر وارد ہونے والی ان کیفیات کا انعکاس آپ کی اس مشہور نعت شریفہ میں بھی کسی حد تک پایا جاتا ہے۔ جو آپ درج بالا سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اور آداب محبت

قدوۃ السالکین، حجتہ الکاملین، سلطان العارفین سلطان طریقت حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ مادر زاد ولی کامل تھے۔ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین کی خدمت کے لئے اوائل عمر سے ہی چن لیا تھا اور آپ کی تربیت کے لئے اپنے وقت کے نامور اور مقبول ترین بندوں کو مقرر فرما دیا تھا۔ آپ کا مزار اقدس بندگان الٰہی کے لئے سکون کی جگہ ہے۔ فقیر بھی آپ کے آستانہ عالیہ سے مرادیں حاصل کر چکا ہے اور کرتا رہے گا۔ میرے وارثوں میں حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں۔ چنانچہ اگر میں کبھی افتاد زمانہ کا شکار ہوتا ہوں تو آپ کے در اقدس پر حاضر ہو کر بس یہی عرض کرتا ہوں کہ سرکار! کیا میں لاوارث ہو گیا ہوں۔ بس پھر مجھے دوبارہ کوئی مسئلہ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ مجھ جیسے کئی دیوانے وہاں جا کر یہی کہا کرتے تھے۔

گنج بخشی ہے تیری مشہور، ہم پہ کر کرم
کر کرم، کروا کرم دونوں جہاں میں رکھ شرم

یقینی بات ہے کہ اس در سے کرم کے طلب گاروں کو کبھی مایوسی نہیں ہوئی۔ وہ کرم بھی کرتے ہیں اور اللہ کریم سے کرم کرواتے بھی ہیں۔ لاہور شہر آپ کے دم قدم کے صدقہ ہی میں مصائب سے بچا ہوا ہے۔ ایسے ایسے خوفناک زلزلے آئے مگر تاریخ گواہ ہے کہ کبھی بھی کوئی عمارت گرنا تو دور کی بات کبھی کوئی شیشہ

تک نہیں ٹوٹا۔ یہ میرے داتا علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں ہی کے طفیل ہے اور کیوں نہ ہو آپ نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ ہیں۔ آپ نے دین مصطفیٰ ﷺ کے لئے پوری زندگی وقف کردی۔ پھر بھلا آپ کی بات کیوں بارگاہ الٰہی میں منظور نہ ہو۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک خواب بیان فرمایا جو کہ آپ کو شام کے سفر کے دوران پیش آیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ملک شام میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول کریم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر تھا۔ آپ کے روضہ انور کے سرہانے میں سوگیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور محبوب کریم ﷺ باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک ضعیف شخص کو اپنی گود مبارک میں اٹھایا ہوا ہے۔ جس طرح کہ ایک بچے کو شفقت سے گود میں لیا جاتا ہے۔ میں تیزی سے جان رحمت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میں نے حاکم دو جہاں ﷺ کے پائے اقدس و مطہر کو بوسہ دیا۔ مجھے اس بات پر بڑی حیرانی ہو رہی تھی کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ جن کو رحمت دو جہاں ﷺ نے اپنی گود مبارک میں اٹھایا ہوا ہے۔ میرے خیالات سے محبوب کریم ﷺ آگاہ ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ شخص تمہارا اور تمہارے ملک والوں کا امام یعنی ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ اس خواب سے مجھے اپنے آپ سے اور اپنے وطن سے مالول سے بڑے امیدیں قائم ہو گئیں اور پھر مجھ پر اس خواب سے یہ راز بھی منکشف ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا شمار اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے جو اپنی ذاتی اور طبعی اوصاف سے فانی ہو چکے ہیں اور صرف شریعت مطہرہ کے احکام کے لئے باقی و قائم ہیں۔ اس لئے کہ ان کے حامل اور ہادی و راہبر خود محبوب کریم ﷺ ہیں اور ان کو چلتے ہوئے دیکھتا تو میں یہ سمجھتا کہ وہ باقی الصفت ہیں اور جو باقی الصفت ہوتا ہے اجتہادی امور میں بلا ارادہ غلطی کرنے والا ہوتا ہے یا درستی اور بھلائی پانے والا۔

چونکہ ان کو اٹھا کر لے جانے والے خود رحمت دو جہاں ﷺ ہیں اس لئے وہ اپنی ذاتی صفات سے فانی اور محبوب کریم ﷺ کے صفات کاملہ سے باقی ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ سے کسی خطا کا ہونا ممکن ہی نہیں تو جو حب رسول اللہ ﷺ میں خود کو فنا کر چکا ہے اس سے بھی خطا کا سرزد ہونا ناممکن نہیں۔ جان رحمت ﷺ کی تعظیم و ادب کا ہی نتیجہ تھا کہ علی بن عثمان کو اللہ کریم نے تاقیامت حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ بنا دیا ہے۔ آج ہر خاص و عام آپ کو داتا گنج بخش کے نام سے جانتا ہے۔ جب کہ بہت کم لوگ آپ کے اصلی نام یعنی علی بن عثمان سے واقف ہیں۔

حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ اور آداب محبت

پیران پیر، محبوب ربانی، قطب صمدانی، غوث الاعظم حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ایک ایسی برگزیدہ ہستی ہیں۔ جنہوں نے فرمایا کہ میرا یہ قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے اور آپ کے ارشاد کو تمام اولیاء کرام نے قبول کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کا یہ ارشاد دور

دراز کے پہاڑی علاقے میں سنا جہاں آپ ان دنوں عبادت وریاضت میں مشغول تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ یا شیخ بلکہ آپ کا یہ قدم میری آنکھوں اور سر پر ہے۔

آپ ایسی ہستی تھے کہ تاحیات کبھی خلاف شرع امور کو برداشت نہ کیا اور اپنے عقیدت مندوں کو ہمیشہ پابندی شرع کی تلقین فرماتے رہے۔ روایت ہے کہ حضرت شیخ ابو بکر بن حمامی رحمتہ اللہ علیہ صاحب کشف وکرامات ولی اللہ تھے۔ آپ شریعت کے معاملہ میں کبھی کبھار کوتاہی کر جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ جب جامع مسجد صافہ میں تشریف لائے تو حضرت حمامی بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ان کو دیکھ کر قریب بلایا اور ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ ابو بکر کے تمام احوال سلب کر لئے جائیں۔ اسی کے ساتھ ہی ان سے تمام معاملات منقطع ہو گئے۔ اس کے بعد وہ بغداد شریف سے دور کہیں چلے گئے۔ ان کے چند عقیدت مند بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ اس کے ساتھ ہی یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ اگر ان کو مجبور کر کے بغداد لانے کے لئے کہا جاتا اور وہ بغداد میں آنے کے لئے بغداد کی حدود میں داخل ہونا چاہتے تو اوندھے منہ گر پڑتے۔

یعنی صرف اور صرف شریعت پر کوتاہی پر اتنی کڑی سزا دی جارہی تھی۔ اس کے بعد حضرت حمامی کو ولایت واپس مل گئی مگر ایک طویل عرصہ کے بعد مگر حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کے اس عمل سے لوگوں میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے سلسلے میں ایک روایت بہت مشہور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ وعظ کے لئے تشریف فرما رہے تھے۔ حسب معمول اس وقت مجمع میں کثیر تعداد حاضرین بھی موجود تھے۔ حضرت علی ہیتی رحمتہ اللہ علیہ بھی حاضرین میں موجود تھے۔ ابھی سرکار غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ نے وعظ کا آغاز نہیں کیا تھا کہ حضرت علی ہیتی رحمتہ اللہ علیہ کو نیند آ گئی۔ حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ نے اچانک ان کی طرف توجہ فرمائی اور حاضرین کو اشارے سے خاموش رہنے کا حکم دیا۔ حاضرین نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ وعظ کا آغاز فرمانے لگے ہیں۔ چنانچہ ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

اب آپ نے منبر سے قدم شریف نیچے اتارے اور حضرت علی ہیتی رحمتہ اللہ علیہ کے بالکل سامنے مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔ آپ کی نگاہیں ان کے چہرے پر تھیں۔ حاضرین نے اس موقع پر بلحاظ ادب کھڑے ہونا چاہا تو آپ نے منع فرما دیا مگر حاضرین مجلس کی حیرانگی دیدنی تھی۔ کچھ دیر کے بعد حضرت علی ہیتی رحمتہ اللہ علیہ جب بیدار ہوئے تو آپ کو اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا شیخ آپ کیوں کھڑے ہیں۔ کیا مجھ سے کوئی گستاخی ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم محبوب کریم ﷺ کا خواب میں دیدار کیا ہے۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ جی ہاں مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں راحت جاں ﷺ کی آمد پر ادب واحترام سے کھڑا تھا اور یہ بتلاؤ کہ محبوب کریم ﷺ نے تمہیں کوئی نصیحت بھی فرمائی ہے۔ حضرت علی ہیتی رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور

دراز کے پہاڑی علاقے میں سنا جہاں آپ ان دنوں عبادت وریاضت میں مشغول تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ یا شیخ بلکہ آپ کا یہ قدم میری آنکھوں اور سر پر ہے۔

آپ ایسی ہستی تھے کہ تاحیات کبھی خلاف شرع امور کو برداشت نہ کیا اور اپنے عقیدت مندوں کو ہمیشہ پابندی شرع کی تلقین فرماتے رہے۔ روایت ہے کہ حضرت شیخ ابوبکر بن حمامی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف وکرامات ولی اللہ تھے۔ آپ شریعت کے معاملہ میں کبھی کبھار کوتاہی کر جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ جب جامع مسجد صافہ میں تشریف لائے تو حضرت حمامی بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دیکھ کر قریب بلایا اور ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ ابوبکر کے تمام احوال سلب کر لئے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی ان سے تمام معاملات منقطع ہو گئے۔ اس کے بعد وہ بغداد شریف سے دور کہیں چلے گئے۔ ان کے چند عقیدت مند بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ اس کے ساتھ ہی یہ کیفیت پیدا ہوگئی کہ اگر ان کو مجبور کر کے بغداد لانے کے لئے کہا جاتا اور وہ بغداد میں آنے کے لئے بغداد کی حدود میں داخل ہونا چاہتے تو اوندھے منہ گر پڑتے۔

یعنی صرف اور صرف شریعت پر کوتاہی پر اتنی کڑی سزا دی جا رہی تھی۔ اس کے بعد حضرت حمامی کو ولایت واپس مل گئی مگر ایک طویل عرصہ کے بعد مگر حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے اس عمل سے لوگوں میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے سلسلے میں ایک روایت بہت مشہور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ وعظ کے لئے تشریف فرما رہے تھے۔ حسب معمول اس وقت مجمع میں کثیر تعداد حاضرین بھی موجود تھے۔ حضرت علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضرین میں موجود تھے۔ ابھی سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ کا آغاز نہیں کیا تھا کہ حضرت علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کو نیند آگئی۔ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اچانک ان کی طرف توجہ فرمائی اور حاضرین کو اشارے سے خاموش رہنے کا حکم دیا۔ حاضرین نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ وعظ کا آغاز فرمانے لگے ہیں۔ چنانچہ ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

اب آپ نے منبر سے قدم شریف نیچے اتارے اور حضرت علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل سامنے مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔ آپ کی نگاہیں ان کے چہرے پر تھیں۔ حاضرین نے اس موقع پر بلحاظ ادب کھڑے ہونا چاہا تو آپ نے منع فرما دیا مگر حاضرین مجلس کی حیرانگی دیدنی تھی۔ کچھ دیر کے بعد حضرت علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ جب بیدار ہوئے تو آپ کو اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا شیخ آپ کیوں کھڑے ہیں۔ کیا مجھ سے کوئی گستاخی ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم محبوب کریم ﷺ کا خواب میں دیدار کیا ہے۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ جی ہاں مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں راحت جاں ﷺ کی آمد پر ادب واحترام سے کھڑا تھا اور یہ بتلاؤ کہ محبوب کریم ﷺ نے تمہیں کوئی نصیحت بھی فرمائی ہے۔ حضرت علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور

نبی کریم ﷺ نے مجھے اس بات کی ہدایت فرمائی ہے کہ میں شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر رہا کروں۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! جو تمہیں حالت خواب میں دکھائی دیتے ہیں انہیں میں نے حالت بیداری میں دیکھا ہے۔

جی ہاں! یہی وہ تعظیم رسول مقبول ﷺ تھی کہ ایک یتیم نو عمر بچہ جو بغداد میں حصول تعلیم کے لئے ناشناسا لوگوں میں بے یارو مددگار آیا تھا۔ وہی بچہ اپنی اس قوم کا اور آنے والی نسلوں کا راہبر قرار دیا گیا۔ جس کے قدموں کی چاپ اس کی آمد کے وقت سنائی نہیں دی تھی۔ اسی کا قدم تمام اولیاء نے فخریہ اپنی گردنوں پر محسوس کیا۔ عشق مصطفیٰ ﷺ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ فقیر تو یہ کہتا ہے کہ یہ ہر کس و ناکس کو ہو بھی نہیں سکتا اور جو مقدس لوگ محبت رسول کریم ﷺ میں خود کو غرق کر لیتے ہیں تا قیامت ان کا نام ادب و احترام سے ہی لیا جاتا ہے۔ شریعت پر عمل پیرا ہونا بھی تو عشق مصطفیٰ ﷺ اور تعظیم رسول کریم ﷺ ہی ہے۔ ہم شریعت کو اسی لئے تو اپناتے ہیں کہ یہ رسول کریم ﷺ کی شریعت ہے اور حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تو بچپن سے ہی تعظیم رسول کریم ﷺ سیکھ لی تھی۔ اسی لئے تو آپ نے ڈاکوؤں کے سامنے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے ان کو بتا دیا تھا کہ جان کائنات ﷺ کا حکم ہے کہ جھوٹ نہیں بولنا۔ علامات محبت میں سے یہ بھی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر بجالانا اور محبوب کریم ﷺ کے اسم مبارک کے سننے پر اظہار خشوع وخضوع اور انکساری کرنا بھی ہے کیونکہ دعویٰ محبت اور اظہار عاجزی و انکساری لازم وملزوم ہیں۔

☆ محبوب کریم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ جب وہ محبوب کائنات ﷺ کا ذکر کرتے تو رونے لگتے اور خشوع وخضوع کا اظہار کرتے۔ محبوب کریم ﷺ کی غایت درجہ تعظیم کرتے اور آپ ﷺ کی ہیبت وجلال سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ یہی حال تابعین اور تبع تابعین کا تھا۔

☆ حضرت ابراہیم یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جب وہ محبوب کریم ﷺ کا ذکر مبارک کرے یا اس کے سامنے محبوب کریم ﷺ کا ذکر کیا جائے تو وہ خشوع وخضوع کا اظہار کرے اور بدن کو ساکن کر کے جنبش نہ دے خود پر ہیبت وجلال طاری کرے۔ گویا اگر وہ محبوب کریم ﷺ کے روبرو ہوتا اور اس وقت جو ادب و احترام فرض تھا ویسا ہی ادب و احترام اب بھی بجالائے۔

ادبــوا انــفــس ایھــا الاصــحــاب

فــالــطــرق الــعــشــق لــکــھــا اداب

''اے لوگو! اپنے آپ کو ادب سکھاؤ کہ عشق کے انداز سارے کے سارے ادب پر منحصر ہیں''۔

سحری کو چمن میں جو گرتی ہے شبنم
تاکہ پتہ پتہ کرے با وضو یاد تیری

محبوب سے تعلق اور نسبت رکھنے والی ہر ہر چیز کا ادب و احترام، تعظیم و تکریم تقاضائے محبت ہے اور محبت محبوب ﷺ تقاضا ایمان ہے۔ محبوب سے منسوب ہر ہر چیز سے محبت تقاضائے محبت ہے

احب لحبها السودان حتی
احب لحبها السود الکلاب

"یعنی اس محبوب کی وجہ سے میں حبشیوں سے محبت کرتا ہوں اس کی محبت کی وجہ سے میں کالے کتوں سے محبت کرتا ہوں"۔

ادب تقاضائے محبت ہے لیکن محبوب کریم ﷺ کی محبت تو تقاضائے ایمان ہے۔ اے ایمان والو! جان ایمان ﷺ سے محبت کرو اس درجہ ادب و احترام کرو ان سے منسوب ہر ہر شے کا ادب و احترام کرو ان سے متعلق ہر ہر چیز کا ادب و احترام کرو۔ اسم محبوب ﷺ لبوں کی دہلیز پر جلوہ فگن ہو یا کانوں کے محلات میں نزول اجلال فرمائے۔ تو فوراً ادب و احترام کی تصویر کامل بن جاؤ۔

☆ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ قصیدہ بردہ شریف اس غرض سے بطور وظیفہ پڑھتے کہ محبوب کبریاء ﷺ کی زیارت ہو تو حصول مقصد نہ پائے۔ کسی محرم راز سے کہا تو انہوں نے فرمایا قصیدہ بردہ شریف کا ہی درود شریف اول و آخر پڑھا کرو۔ آپ نے ایسا کیا تو محبوب کریم ﷺ کی زیارت سے شرف یاب ہو گئے۔ آپ ہمیشہ باوضو رہتے اور اسم محبوب محمد ﷺ کبھی بے وضو نہ لیتے اور فرماتے شرم آمد کہ بے وضو نام محمد ﷺ برزباں رانم۔

از خدا خواهیم توفیق ادب
بے اب محروم ماند از فضل رب

☆ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پسر ایاز ہمہ وقت کمر بستہ رہتا۔ اس فرزند ایاز کا نام محمد تھا۔ ایک دن سلطان طہارت خانہ کی طرف متوجہ حکم صادر کرنے لگے کہ پسر ایاز کو کہا جائے کہ اب طہارت حاضر کرے۔ ایاز نے یہ سخن سنا تو تفکرات کے سمندر میں غوطہ زن ہونے لگا۔ خدا جانے میرے فرزند ارجمند سے کونسی غلطی سرزد ہوئی جو کہ سلطان معظم کی ناراضگی کا سبب بنی۔ یعنی تب ہی تو سلطان نے اس کا نام نہ لیا۔ سلطان معظم وضوخانہ سے باہر آئے دیکھا کہ ایاز کے چہرہ پر خوف وملال اور تفکرات وحیرت کی گھٹا ٹوپ گھٹا چھا رہی ہے۔ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ اے ایاز تیرے چہرے پر یہ درد والم کے بادل کیسے ہیں۔ ایاز نے حال دل کہہ سنایا۔ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کے لبوں پر مسکراہٹوں کے پھول کھلنے لگے۔ ارشاد فرمایا اے ایاز! اپنے دل کو مکدر نہ کر، تیرے فرزند سے کسی غلطی کا صدور نہیں ہوا حقیقت یہ ہے کہ میرا وضو نہ تھا اور تیرے لخت جگر کا نام محمد ہے اور یہ ہی

نام میرے محبوب ﷺ کا ہے۔ مجھے شرم وحیاء دامن گیر ہوئی کہ بے وضو اس نام کو لبوں کی دہلیز پر لا کر بے ادبی کے زمرہ میں داخل نہ ہو جاؤں۔

هزار بار بشویم دهن بمشك و گلاب
هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

☆ اورنگ زیب عالمگیر اپنے ایک خادم خاص محمد قلی کو ایک دن فقط قلی کہہ کر پکارتا ہے۔ وہ فوراً پانی لے کر بارگاہ عالمگیریہ میں حاضر ہوتا ہے۔ شاہ وقت وضو کرتا ہے مصاحب انگشت بدنداں ہیں کہ نماز کا وقت نہیں، پھر خادم کو کیسے علم ہوا کہ بادشاہ کو وضو کی حاجت ہے۔ پوچھنے پر وضاحت کی جارہی ہے۔ شاہ وقت نے غایت ادب وتعظیم کے پیش نظر کبھی اسے آدھے نام سے نہیں پکارا آج اس نے نصف نام سے آواز دی تو میں فوراً سمجھ گیا کہ بادشاہ باوضو نہیں ہیں۔ اس لئے لفظ محمد کو زبان پر نہیں لایا۔

جو نام محمد کی تعظیم نہیں کرتے
در اصل وہ اللہ کی تکریم نہیں کرتے
یہ تو محبت و عشق کے انوکھے اور نرالے انداز ہیں یہ
عقیدتیں، یہ محبتیں اور یہ ادب و تعظیم کی منزل رفیع تو بہ
بانصیب احباب ہی کو میسر ہوتی ہیں
ادب گاهیست زیر آسمان از عرش نازك تر
نفس گم کرده می آید جنید و بایزید ایں جا
نظروں کو جھکائے ہوئے خاموش گزر جا
للہ تاب نگاہی یہاں بے ادبی ہے

☆ حضرت محبوب الٰہی سید نظام الدین اولیاء چشتی دہلوی بدایونی نوراللہ مرقدہ ایک مرتبہ آپ مریدین کے ساتھ دہلی کی شاہراہ سے گزر رہے تھے۔ اچانک سامنے ایک کتا نظر آیا تو آپ ایک طرف ہٹ کر ادبا کھڑے ہو گئے۔ اس کے چلے جانے کے بعد جب واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو کسی نے عرض کیا۔ سرکار وہاں ادبا کھڑا ہونا چہ حکمت وارد؟ فرمایا ایک کتا نظر آیا ایسا کتا ایک مرتبہ میں نے پاکپتن شریف کی گلی میں دیکھا تھا۔

اگر بہائے سگ مے بوسم اے ناصح مزن طعنہ
کہ من چنداں بکوئے آشنائے دیدہ ام او را

(مزید تفصیل ہماری کتاب ''علامات محبت'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ الایمان حب الانصار روایہ النفاق بغض الانصار ''انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے اوران سے

بغض منافقت ہے"۔

☆ اہل عرب سے محبت کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا۔ من احب العرب فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم "جس نے اہل عرب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے کی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھنے کی بنا پر رکھی"۔

☆ میرے پیر و مرشد اہل عرب کی بہت قدر کرتے ہیں۔ اب بھی اگر آستانہ عالیہ سیال شریف میں محبوب کریم ﷺ کا کوئی ہم وطن ہم زبان تشریف لے آئے تو حضرت صاحب بہت عزت واحترام سے پیش آتے ہیں۔ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ حضرت خواجہ خواجگان شیخ الاسلام والمسلمین نے کفن مبارک مدینہ کی گلی میں بچھا دیا اور اوپر سے جب سگ مدینہ منورہ گزرا تو اٹھالیا اور وصیت فرمائی اس کفن کو سگ مدینہ سے نسبت ہے مجھے اسی میں دفنانا۔

☆ اسی طرح پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ محبوب ﷺ کے در اقدس کے زخمی سگ کو دیکھا تو اپنے سر انور سے دستار مبارک اتار کر پٹی کرنے لگے اور اس فعل کو اپنے لئے غنیمت سمجھا۔ عشق ومحبت والے لوگ اسی چیز کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

اگر پائے سگ مے بوسم اے ناصح مزن طعنہ
کہ من چنداں بکوئے آشنائے دیدہ ام اورا

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ مجنوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

پائے سگ بوسیدہ مجنوں' خلق گفتہ ایں چہ بود
گفتہ مجنوں گاھے گاھے ایں سگ در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

"کہ مجنوں کے قریب سے ایک کتا گزرا۔ مجنوں کتے کے پیچھے بھاگا اور کتے کو پکڑ کر کتے کے پاؤں چومنے لگا۔ لوگوں نے کہا مجنوں پاگل ہو گئے ہو' مجنوں نے کہا پاگل میں نہیں تم ہو۔

ارے تم میں کوئی عاشق نہیں
عاشقوں کی زمر سے واقف نہیں

میں اس کتے کے قدم اس لئے چوم رہا ہوں کہ یہ کوئے یار سے ہو کر آیا ہے"۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

بلکہ ہمارے اکابرین تو عشق ومحبت اور ادب محبت میں کمال درجہ رکھتے ہیں۔ خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ہے کہ آپ اپنے پیر و مرشد کے ہم زبان ہر پٹھان کی قدر' عزت واحترام کرتے اور

اپنے پیرومرشد کی خدمت و ادب میں دن رات مصروف رہتے۔ خواجہ شمس الملت والدین اپنے پیرومرشد پیر پٹھان خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ۱۴ مرتبہ تونسہ شریف سے مہار شریف اس حال میں تشریف لے گئے کہ خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا سامان اپنے کاندھوں پر اٹھا کر حضرت کے گھوڑی کے آگے آگے دوڑتے جاتے تھے۔

☆ میرے پیرومرشد کے عشق و محبت و ادب کا کیا کہنا۔ عجز و انکسار طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ محبوب کریم ﷺ سے کمال درجہ کا عشق تھا۔ اسی طرح سادات' علماء مشائخ سلسلہ اور ہم سلسلہ حضرات سے بڑے تواضع سے پیش آتے۔ حضرت خواجہ فیض بخش للہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گھنٹوں مراقبے میں رہتے اور فرماتے یہاں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہٗ کی مجلس میں پہنچ گیا ہوں۔ خاندان تونسوی کے ہر چھوٹے بڑے کا احترام کرتے۔ معصوم بچوں تک کے لئے بھی ادب سے کھڑے ہو جاتے۔ غایت احترام کی وجہ سے تونسہ شریف میں جوتا نہیں پہنتے تھے۔ فضل و کمال اور علو شان کے باوجود ادب و احترام اور عجز و انکسار میں اس زمانہ میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ چونکہ آپ محقق عالم اور مرد باخدا تھے۔ اس لئے آپ کے اندر تعصب کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ حق تو یہ ہے کہ مجھے اپنے پیرومرشد کو دیکھتے ہی اس بات کا احساس ہوا کہ علم کی غرض و غایت عجز و انکساری' محبت و ادب کے سوا کچھ نہیں۔

اللہ قادر و کریم ہم سب پر لطف و کرم فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین ﷺ

امیدوار شفاعت محبوب کریم ﷺ

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یوں عشق محبوب ﷺ مرا دم ساز ہوا ہے
لگتا ہے کہ اب عمر کا آغاز ہوا ہے

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ چند تحریریں

☆	وسیلہ محبوب ﷺ	☆	ادب و تعظیم محبوب ﷺ
☆	گریہ محبوب ﷺ	☆	نور الہدیٰ ﷺ
☆	عشق خیر الوری ﷺ	☆	عجب چیز ہے لذت آشنائی
☆	اطاعت محبوب ﷺ	☆	شمس الضحیٰ ﷺ
☆	شان غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ	☆	صاحب الجود والکرم ﷺ
☆	راحت دو جہاں ﷺ	☆	اسلام میں دل جوئی کا مقام
☆	لفظ ولی کا معنی و مفہوم	☆	اسلام میں دل شکنی جائز نہیں
☆	عقیدت کے پھول	☆	کیا وسیلہ سے مانگنا جائز ہے
☆	آئینہ جمال کبریاء ﷺ	☆	وسیلتنا فی الدارین ﷺ
☆	بنا کے مصور نے توڑا قلم	☆	جب بھی مانگو وسیلے سے مانگو
☆	محبت اور علامات محبت	☆	کون کہتا ہے وسیلہ سے مانگنا جائز نہیں
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد	☆	وبا لوالدین احسانا
☆	عشق است امام من	☆	آنچہ خوباں ہمہ دارند
☆	رحمت دو جہاں ﷺ	☆	اہل ایمان سلام کہتے ہیں؟
☆	پیکر حسن و جمال ﷺ	☆	اسمائے محبوب ﷺ

☆	فضائل رمضان وقرآن مجید	☆	انما المؤمنون اخوه
☆	روزہ کے طبی فوائد	☆	خیر کم من تعلم القرآن وعلمه
☆	فضیلت علم اور صاحب علم	☆	محبت الٰہی کے ثمرات
☆	قرآن مجید ایک نعت مسلسل ہے	☆	نور بشر کی وضاحت
☆	ہر گل، ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور	☆	میرے مرشد لجپال
☆	عظمت مصطفیٰ ﷺ	☆	خطبات زماں (1 تا 12)
☆	امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام	☆	مقالات زماں (1 تا 10)
☆	حقوق مصطفیٰ ﷺ	☆	مقالات عشق رسول ﷺ
☆	ورفعنالك ذكرك	☆	مقالات سیرت محبوب ﷺ
☆	سلطان دو جہاں ﷺ	☆	مقالات صورت محبوب ﷺ
☆	نسبت محبوب ﷺ	☆	محبت کی لازوال داستاں
☆	جان ایماں ﷺ	☆	مساوات محبوب ﷺ
☆	روح ایماں ﷺ	☆	شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات
☆	مسلمانوں کے حقوق		تم سے کیا محبت ہوگئی
☆	افضل الخلق ﷺ		جیسے میرے محبوب ہیں ایسا نہیں کوئی
☆	احسن الخلق ﷺ	☆	کھنچتی ہے کھال کٹتی ہے گردن
☆	اول الخلق ﷺ		عشق ہے تماشہ نہیں ہے
☆	پیکر نور ﷺ	☆	صبر حسین بھی ہے عشق
☆	تذکرہ حسن محبوب ﷺ		صدق خلیل بھی ہے عشق
☆	اسلام میں دوستی کا تصور	☆	دن تو تیرے ہی تصور میں گزر جاتا ہے
☆	علم کی فضیلت واہمیت قرآن و	☆	عارفانہ تقریریں

	حدیث کی روشنی میں	☆	پیام محبت
☆	اخلاق سے کام لو گر دل جیتنے ہیں	☆	وہ مصور کیسا ہوگا؟
☆	نظام مصطفیٰ ﷺ ہی میں امن و	☆	اہل دل
	سکوں ہے	☆	صحیفہ عشق
☆	جنت کے مالک	☆	عقل و عشق
☆	جہنم کا ایندھن	☆	عشق اور اہل عشق
☆	قلب سلیم	☆	ذوق زماں
☆	آداب محبت	☆	خیال زماں
☆	اسلاف کا جذبہ ایثار	☆	باب عشق
☆	اسلاف کا شوق علم	☆	داستان عشق
☆	اسلاف کا اخلاق	☆	شمع اور پروانے
☆	اسلاف کا عشق	☆	فضائل و مسائل نماز
☆	حقیقت عظمت	☆	نماز کے طبی فوائد
☆	حقیقت عشق (۱ تا ۴)	☆	نماز کے روحانی فوائد
☆	حقیقت انساں	☆	فضائل قرآن مجید
☆	عشق کی باتیں	☆	سوز محبت
☆	دیوان عشق	☆	اعزاز محبت
☆	بخشش کے بہانے	☆	حقیقی محبت
☆	عاشقانہ تقریریں	☆	حلاوت ایمان
☆	عالمانہ تقریریں	☆	حقیقت ایمان
☆	درس محبت	☆	دعوت فکر

☆	بیان عشق و محبت	☆	جنت اور اہل جنت
☆	مدارج عشق و محبت	☆	احترام سادات
☆	کرامات اولیاء	☆	دنیا میں جنت
☆	محبت و محبوبیت		میری پسند
☆	ماں کی عظمت	☆	روحانی حکایات
☆	محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے	☆	،گلدستہ حکایات
☆	علماء کا شرعی مقام اور معاشرتی حیثیت	☆	لو میرج کی شرعی حیثیت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عشق	☆	صوفیاء اور عشق
☆	علماء اور عشق	☆	شعراء اور عشق
☆	خواص اور عشق	☆	عوام اور عشق
☆	حلاوت ایمان	☆	سلطان دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم
☆	اعزازِ محبت	☆	مدارِج اہل علم
☆	عشق حقیقی و مجازی	☆	راہ رسمِ عشق و محبت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معیارِ ادب و محبت	☆	حسین محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین تذکرہ
☆	تاجدار عشق	☆	زلفوں کے اسیر
☆	تجھ سا حسین کوئی نہیں	☆	جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
☆	باعث تسکینِ دل و جان صلی اللہ علیہ وسلم	☆	عامل اور عملیات
☆	حُسن ایماں	☆	معجزات انبیاء علیہم السلام
☆	زندگی آمد برائے بندگی	☆	میرے محسن